اِرشَادُ الصَّوَاب لِمَنْ وَقَعَ فِی بَعْضِ الأَصْحَاب

صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بارے میں پیدا ہونے والی بعض غلط فہمیوں کا ازالہ

مصنفہ

نعمان ثانی مخدوم عبد الواحد سیوستانی حنفی نقشبندی

(متوفی ۱۲۲۴ھ)

ترجمہ و تحقیق و تخریج

شیخ الحدیث مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ العالی

جمعیّت اِشاعت اہلسنّت پاکستان

نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰

Ph : 021-32439799 Website : www.ishaateislam.net

اِرشَادُ الصَّوَاب
لِمَنْ وَقَعَ فِیْ بَعْضِ الأَصْحَاب

صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بارے میں
پیدا ہونے والی بعض غلط فہمیوں کا ازالہ

مصنفہ

نعمان ثانی مخدوم عبد الواحد سیوستانی حنفی نقشبندی
(متوفی ۱۲۲۴ھ)

ترجمہ و تحقیق و تخریج

شیخ الحدیث مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ العالی
(رئیس دارالافتاء و شیخ الحدیث جامعۃ النور)

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت، پاکستان
نور مسجد، کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی
رابطہ: 021-32439799

نام کتاب : اِرشَادُ الصَّوَاب لِمَنْ وَقَعَ فِیْ بَعْضِ الأَصْحَاب
صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بارے میں پیدا ہونے والی بعض غلط فہمیوں کا ازالہ

تصنیف : نعمان ثانی مخدوم عبد الواحد سیوستانی حنفی نقشبندی

ترجمہ و تحقیق و تخریج : شیخ الحدیث مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ العالی

سن اشاعت : رجب المرجب 1434ھ۔ جون 2013ء

سلسلۂ اشاعت نمبر : 230

تعداد اشاعت : 3300

ناشر : جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)
نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر، کراچی، فون: 32439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net پر موجود ہے۔

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کو مستقبل میں واقع ہونے والے واقعات سے آگاہ فرمایا۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے اہل بیت اطہار اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کی عظمت شان کو واضح فرما کر ان دونوں قسم کے نفوس قدسیہ کی عزت و احترام کا درس دیا۔ سرکار علیہ السلام نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں فرمایا :

لَا تسبوا أصحابی فلو ان أحدکم انفق مثل احد ذھباً ما بلغ مداحدھم و لا . . . (مشکوٰۃ المصابیح، باب مناقب صحابۃ)

یعنی، میرے صحابہ کو بُرا بھلا نہ کہو اگر تم میں سے کوئی ایک اُحد کی مثل سونا خرچ کرے تو ان کے ایک مد اور نہ اس کے نصف کے برابر ہوسکتا ہے۔

بعض حضرات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن و تشنیع کرتے ہیں، جب کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں سرکار علیہ السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال کثیرہ موجود ہیں جو ان کی انفرادی شان کو اجاگر کر رہے ہیں۔ بخاری شریف میں ہے کہ سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان کی فوج سمیت نبی کریم ﷺ نے مسلمان گروہ قرار دیا ہے۔ ترمذی شریف میں ہے نبی کریم ﷺ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے یہ دعا فرمائی : ''اے اللہ معاویہ کو ہدایت دینے والا، ہدایت یافتہ بنا اور اس کے ذریعے لوگوں کو ہدایت دے''۔ مسلم شریف میں ہے کہ ''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے کاتب تھے''۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا : ''میری طرف سے قتل ہونے والے اور معاویہ کی طرف سے قتل ہونے والے سب جنتی ہیں''۔ (المعجم الکبیر)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی، یہاں کچھ

لوگ ہیں جو حضرت معاویہ کو جہنمی کہتے ہیں، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کی ان پر لعنت ہو، انہیں کیا خبر کون جہنمی ہے۔ (الاستیعاب)

حضرت معاویہ کی ذات تو وہ ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے بنی امیہ کی حکومت اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ولایت کی خبر دی اور فرمایا ''معاویہ آخر عمر میں تم امت کے حاکم بنو گے اور جب تم حاکم بنو تو نیکوں کی صحبت اختیار کرنا اور بُروں سے دُور رہنا''۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''مجھے اسی دن سے امید تھی کہ میں حکومت کروں گا''۔ (مدارج النبوت، جلد اول)

اور انہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک ذات جناب حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی ہے جنہوں نے اسلامی ریاست کی توسیع و ترقی اور دنیا میں اسلام کے غلبہ اور استحکام کے لئے بہترین خدمات انجام دی ہیں۔ موجودہ حالات کے مطابق حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مناقب اور دفاع میں قلم اٹھانا اور احقاق و تحقیق کی راہ اور افراط و تفریط کے کانٹوں سے اپنے دامن کو الجھائے بغیر ساحل مراد پر پہنچنا آسان کام نہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ایسی شان کے مالک ہیں جنہیں دربار رسالت ﷺ سے ہادی مہدی اور ذریعہ ہدایت کی دعاؤں کے تحائف ملتے رہے، زبان نبوت سے ان کے فضائل بیان ہوتے رہے۔

جہاں محدّثین عظام اور علماء کرام نے کُتب احادیث و تراجم میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل، خصائل و مناقب کے اظہار کے لئے مستقبل ابواب باندھے ہیں وہیں آپ کی شان کے بیان اور آپ پر بدمذاہب لوگوں کی طرف سے کئے گئے اعتراضات کے مُسکت جوابات پر مشتمل مستقل کتب و رسائل تحریر کئے ہیں جیسے شیخ الاسلام ابن حجر مکی کی ''تطہیر الجنان''، اور علامہ عبد العزیز پرہاروی کی ''الناھیۃ عن طعن امیر المؤمنین معاویۃ رضی اللہ عنہ''، علامہ ابو معاذ بن محمود بن امام کی ''اسکات الکلاب العاویۃ بفضائل خال المؤمنین معاویۃ رضی اللہ عنہ''، استاذ العلماء حضرت علامہ محمد علی

نقشبندی کی ''دشمنانِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا علمی محاسبہ'' وغیرہا اور انہی میں سے ایک نعمان ثانی مخدوم عبد الواحد سیوستانی حنفی (ت ۱۲۲۴ھ) کی عربی زبان میں تالیف ''اِرشاد الصّواب لمن وقع فی بعض الاَصحاب'' ہے جو مخطوط حالت میں سندھ بھر کے مختلف کتب خانوں میں موجود ہے اور اِس میں مخدوم علیہ الرحمہ نے کسی طعن کرنے والے کے طعن کا جواب دے کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا دفاع فرمایا ہے۔ اس گراں قدر نایاب رسالہ کا ہمارے استاذ شیخ الحدیث مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ نے اردو زبان میں ترجمہ کیا اور اس میں وارد نصوص کی تخریج فرمائی اور کئی مقامات پر بہت ہی مفید حواشی تحریر کئے ہیں۔ اس طرح یہ رسالہ پہلی بار منظر عام پر آرہا ہے جسے جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان) اپنے سلسلۂ اشاعت کے ۲۳۰ ویں نمبر پر شائع کرنے کا اہتمام کر رہی ہے۔ یہ اور اس سے قبل بھی مختلف نایاب رسائل کے تراجم بمعہ تخریج و تحقیق شائع کر چکی ہے، خصوصاً مخدوم عبد الواحد علیہ الرحمہ کے تین رسائل ''اصدق التصدیق، اَربعین، تیسیر القدیر'' اس سے قبل ادارہ شائع کر چکا ہے، اس طرح مخدوم علیہ الرحمہ کا یہ چوتھا رسالہ ہوگا جسے ادارہ شائع کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مخدوم علیہ الرحمہ کی مرقد پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائے اور مفتی صاحب اور اراکین جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان) کی سعی کو اپنی بارگاہ میں مقبول فرمائے اور اسے عوام وخواص کے لئے مفید بنائے۔

اِرشَادُ الصَّوَاب
لِمَنْ وَقَعَ فِیْ بَعْضِ الأَصْحَاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی و نسلّم علٰی رسولہ الکریم

اِرشَادُ الصَّواب لِمَنْ وَقَعَ فِی بَعْضِ الْأَصْحَابِ

تمام تعریفیں اُس ذات کے لئے جس نے اپنے رسول کو ہدایت کے ساتھ مبعوث فرمایا اور حق کو ایسا برتر فرمایا کہ اُس پر کوئی بھی شئے برتر نہیں ہوسکتی، درود و سلام اُس کے برگزیدہ نبی پر اور آپ کے اصحاب پر جو تاریکیوں میں ہدایت کے چراغ ہیں۔

میں نے علم فقہ کی طرف منسوب ایسے شخص کے وہ اقوال دیکھے جو بعض صحابہ کے حق میں شک پیدا کرنے والے تھے اور مذہبِ اہلسنّت و الجماعت کے خلاف تھے جو اُس نے اہلسنّت کے ایسے علماء کی کُتُب سے لئے تھے کہ جن کے نزدیک صحیح اور ضعیف میں کوئی فرق نہیں ہے تاکہ وہ لوگوں کو حق سے بہکا سکے، مجھ سے کچھ بھائیوں نے سوال کیا کہ اُن میں سے جو (باتیں) دلوں میں شک پیدا کرتی ہیں اُن کا میں ردّ کروں اور اس باطل کا اچھے بیان کے ساتھ خاتمہ کیا جائے جو حق کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے۔ اس لئے مجھے جو معلوم ہوسکا وہ میں نے اُن اقوال کے جواب کے طور پر جمع کیا ہے، جو صحیح باتوں کے خلاف ہونے کا وہم پیدا کر رہے ہیں، ربّ الارباب پر توکّل کرتے ہوئے شروع کیا ہے، اور اِس کا نام ''إِرْشَادُ الصَّوَاب لِمَنْ وَقَعَ فِیْ بَعْضِ الْأَصْحَابِ'' (صحابہ کرام علیہم الرضوان کے بارے میں پیدا ہونے والی بعض غلط فہمیوں کا ازالہ) رکھا ہے۔

اُس کا قول: ظالم بادشاہ کی طرف سے قضاء کا عہدہ قبول کرنا جائز ہے یعنی ظالم جیسے حضرت معاویہ رضی اللہ الخ (شرح مجمع البحرین) (اگر ''شرح مجمع البحرین'' سے مراد ابن

ملک محمد بن یحییٰ کی شرح ہے تو اس میں ''مجمع البحرین'' کی عبارت کے تحت ہے کہ یعنی امیر ظالم کیونکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے قضاء کا عہدہ قبول کیا حالانکہ امام حق حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے (حاشیۃ مجمع البحرین، کتاب آدب القاضی، تحت قولہ: یجوز التقلّد من الجائر، ص ۷۳۹) اور امام ابو صالح محمد بن عبد اللہ تمرتاشی حنفی متوفی ۱۰۰۴ھ لکھتے ہیں مگر سلطان جائر سے قضاء کا عہدہ قبول کرنا، کیونکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اعمال کا عہدہ قبول کیا بعد اس کے کہ خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے ظاہر ہوچکی اور حق حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تھا اُن کی باری میں (مُسعفۃ الحکّام علی الأحکام، الفصل السّابع، ص ۲۰۹))

أقول (میں کہتا ہوں کہ): اللہ عزّ وجلّ کے دستِ قدرت میں توفیق اور تحقیق کی باگ ہے۔ ''بحر الرائق'' میں ہے ''پوری ہوگئی جب ثابت ہوگیا کہ وہ امام حسن رضی اللہ عنہ کے آپ کو (امرِ خلافت) سپرد کرنے سے قبل قضاء کے والی تھے'' (البحر الرائق، کتاب القضاء، فصل: یجوز تقلید من شاء من المجتہدین، تحت قولہ: ویجوز تقلید القضاء إلخ، ۶ / ۶۰ ملخصاً، اسی طرح ''فتح القدیر'' (کتاب القضاء، تحت قولہ: یجوز التقلد إلخ، ۶ / ۳۶۴) میں ہے)) اور ''معراج'' (''المعراج'' سے مراد ''معراج الدرایۃ شرح الہدایۃ'' ہے) میں ہے کہ ''سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت پر اجماع منعقد ہوا ہے جب امام حسن رضی اللہ عنہ نے حکومت اُن کے حوالے کردی إلخ''۔ اس قول کی بنیاد پر جب کہا گیا کہ ''وہ ظالم ہے''، تو یہ مجاز پر محمول ہوگا اس اعتبار سے کہ وہ پہلے تھا حقیقت کے اعتبار سے نہیں کہ وہم پیدا ہو کہ اب بھی اُسی طرح ہے، اور ظلم سے مراد گزشتہ خُروج میں ظلم ہے مخلوق پر ظلم کرنا مراد نہیں ہے جیسے ''فتح القدیر'' میں ہے کہ ''خُروج میں (ظلم) مراد ہے، آپ کا اپنے فیصلوں اور قضاء میں ظلم مراد نہیں ہے'' انتہی، (فتح القدیر، کتاب القضاء، تحت قولہ: ویجوز التقلّد إلخ، ۶ / ۳۶۴) اور آپ کے خُروج کا منشاء جب اجتہاد تھا (اور ہر مجتہد حق کو پاتا ہے اور خطاء بھی کرتا ہے چنانچہ ''الطّریقۃ المحمدیۃ'' میں ہے وکلُّ مجتہدٍ مصیبٌ ابتدائً بالنّظر إلی الدّلیل، وقد یخطئ فی الانتہاء بالنظر إلی الحکم، لأن الحقّ واحدٌ معینٌ (الطریقۃ المحمدیۃ، الباب الثانی، الفصل الأول، ص ۴۲) یعنی، ہر مجتہد ابتدائً

دلیل کی طرف نظر کرتے ہوئے حق کو پانے والا ہے اور کبھی وہ انتہائی حکم کی طرف نظر کرتے ہوئے خطا کرتا ہے، کیونکہ حق ایک ہے معین ہے اور علامہ عبد الغنی نابلسی لکھتے ہیں پس مجتہد خطا کرتا ہے اور حق کو پاتا ہے (الحدیقۃ الندیۃ، الباب الثانی، الفصل الأول، ۱/۲۹۹)) جیسا کہ اہلِ سداد علماء نے اِسے نقل کیا ہے اس لئے کوئی راستہ نہیں بچا تھا کہ جس سے قیل وقال کو ٹالا جا سکے۔ اس لئے کہ مجتہد اگر چہ خطا کرے تب بھی ثواب کا اُمیدوار ہوگا تو عتاب اُس کی طرف سے کیسے متوجہ ہوگا؟ ہماری بات کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے جو امام ربّانی حضرت مُجدِّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ''مکتوبات'' (مکتوبات امام ربانی، جلد اول، دفتر اول، حصہ چہارم، مکتوب ۲۵۱، ص ۵۸) میں ذِکر کی ہے کہ ''بعض فقہاء کی عبارات میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو لفظ ''جَور'' آیا ہے انہوں نے کہا کہ جائر امام تھے، اس سے مراد ہے کہ حضرت امیر (علی) رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اُن کی خلافت کا عدم تحقّق ہے وہ جَور مراد نہیں ہے کہ جس کا نتیجہ فسق و فجور ہوتا ہے تا کہ یہ قول اہلِ سنّت کے اقوال کے موافق ہو''۔

اُس کا کہنا یعنی ''ظالم'' أقول (میں کہتا ہوں کہ): ''شمس العلوم'' میں مذکور ہے کہ ''جَور'' کا معنی ہے سیدھے راستے سے ہٹ جانا، ''بیضاوی'' میں ہے کہ اسی سے جائر: مائل عن القصد ہے انتہٰی۔ (تفسیر البیضاوی، سورۃ النحل، الآیۃ ۹: ۳/۲۲۱، وفیہ: منہا جائر: أی حائد عن القصد، وفی ''حاشیۃ الشہاب'': حائد بالحاء والدال المھملتین اسم فاعل من حاد بمعنی عدل وفی نسخۃ: مائل (حاشیۃ الشہاب، سورۃ النحل، الآیۃ ۹: ۵/۵۵۵)) ''بحر الرائق'' کے کتاب القضاء میں ہے، ظلم سے مراد ہے کہ سیدھے راستے سے تجاوز کرنا، انتہٰی۔ (البحر الرائق، کتاب القضاء، مسائل شتی، ۷/۶۷) اور مجتہد کا ظلم کے ساتھ وصف اِس اعتبار سے نہیں کہ وہ گنہگار ہے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ (سیدھے راستے سے) ہٹ جانا موجود ہے اگر چہ یہ متحقّق ہے کہ عمد (قصد) مفقود ہے اس کی وضاحت اُس سے ہوتی ہے جو ''بحر الرائق'' کے کتاب القضاء میں مختلف مسائل میں مذکور ہے۔ صاحب کنز کا قول

کہ ''یہ وہ میراث ہے جو قرضداروں میں تقسیم کی گئی وہ اُن کا ضامن نہ ہوگا اور نہ کسی وارث کا''۔ (کنز الدقائق، کتاب القضاء، باب التحکیم، مسائل شتی، ص ۸۴) یہ ایک ایسی شئے ہے کہ جس کے لئے بعض قُضاۃ نے احتیاط سے کام لیا ہے اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے کلام کے ساتھ ظلم ہے، ابن ابی لیلیٰ نے اسے مراد لیا ہے اور اس میں اس بات پر دلالت ہے کہ مجتہد خطا بھی کرتا ہے اور صواب (درست) بھی ہوتا ہے، (شیخ زین العابدین بن یوسف کورانی لکھتے ہیں قلنا: إن المجتہد یخطئ ویصیب (الیمانیات المسلولۃ، المقدمۃ، ص ۱۲۰) یعنی، مجتہد خطا کرتا ہے اور صواب (بھی)) وارد ہے کہ مجتہد جب خطا کرتا ہے تو بغیر کسی اختلاف کے اُس کے لئے اجر ہے، (ڈاکٹر محمد یسلم مجتبیٰ نے لکھا ہے کہ یہ جمہور کی رائے ہے (کہ مجتہد خطا بھی کرتا ہے اور راست بھی ہوتا ہے) اور اس پر خطا کرنے والے کا لفظ بولا جاتا ہے کیونکہ مسائل فقہیہ میں حق ایک ہے جس نے اُسے پالیا وہ مصیب ہے اور اُس کے لئے دو اجر ہیں اور جس نے اپنی وسعت کے مطابق سعی کے بعد حق کے ساتھ موافقت نہ ہونے کے سبب خطا کی وہ اپنے اجتہاد پر ماجور ہے اور خطاء پر معذور قرار پائے گا کیونکہ صحیح حدیث میں ہے جسے امام مسلم نے روایت کیا کہ ''إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَصَابَ، فَلَهُ أَجْرَانِ. وَإِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ، ثُمَّ أَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ'' (صحیح مسلم، کتاب الأقضیۃ، باب بیان أجر الحاکم إلخ، برقم ۴۵۰۷: /۱۵۔(۱۷۱۶)، ص ۸۴۵) یعنی، ''جب حاکم نے حکم کیا پس اس نے اجتہاد کیا پھر حق کو پایا تو اُس کے لئے دو اجر ہیں، اور جب حکم نے حکم کیا پس اُس نے اجتہاد کیا پھر خطا کی تو اُس کے لئے ایک اجر ہے'' اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے کہ {وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُمْ بِهِ وَلَٰكِنْ مَا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ} (الاحزاب: ۵)، ترجمہ: اور تم پر اس میں کچھ گناہ نہیں جو نادانستہ تم سے صادر ہوا، ہاں وہ گناہ ہے جو دل کے قصد سے کرو (تحقیق الیمانیّات المسلولۃ، ص ۱۲۰) اور حدیث شریف میں ہے نبی کریم ﷺ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''أُحْكُمْ عَلَى أَنَّكَ إِنْ أَصَبْتَ فَلَكَ عَشْرُ حَسَنَاتٍ، وَإِنْ أَخْطَأْتَ فَلَكَ حَسَنَةٌ'' (الحدیقۃ الندیۃ، الباب الثانی، الفصل الأول، و کل مجتہد مصیب، ۱/۲۹۸)، یعنی، فیصلہ کر اس پر کہ اگر تو نے حق حق کو پالیا تو تیرے لئے دس نیکیاں ہیں اور اگر تو نے خطا کی تو تیرے لئے ایک نیکی ہے۔ اور ابن حجر

ہیتمی نے ''تطہیر الجنان واللسان'' (الفصل الثالث، ص ۴۱۸) میں حدیث شریف نقل کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: ''إِنَّ الْمُجْتَهِدَ إِذَا اجْتَهَدَ وَ أَخْطَأَ فَلَهُ اَجْرٌ'') اس کی غایت یہ ہے کہ اُس نے کفیل بنانا خطاء ہے ظلم نہیں ہے، لہٰذا استدلال درست نہیں ہوگا۔ اس کا جواب اس طرح دیا گیا کہ امام نے فرمایا کہ وہ ''ظلم'' اور ''میل'' ہے، پس ''میل'' کے ساتھ وصف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ظلم سے مراد شئے کو اس کی جگہ کے غیر میں رکھنا ہے، اطلاق اگرچہ مجازی ہے اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ خطاء کرنے والا ہے، حاصل کلام یہ ہے کہ بے شک اس کا وصف اِس طور کہ اس کا فعل ظلم ہے جو اس بات کا تقاضا نہیں کرتا کہ وہ فی الواقع ظالم ہے، اس معنی میں کہ وہ حرام کا مرتکب ہوا ہے، اگرچہ یہ بات درست ہے کہ کہا جائے وہ ظالم ہے یعنی اپنی جگہ کے غیر میں کفیل لینے سے (یعنی جہاں کفیل نہیں لینا تھا اُس نے کفیل لیا)، مقصود عبارت کی تاویل کرنا ہے اس حیثیت سے کہ یہ فائدہ حاصل نہیں ہوتا کہ قاضی اُسے کفیل بنانے سے ظالم ہوا کیونکہ اس میں اجر کا ثبوت گُناہ کے منافی ہے انتہیٰ۔ (البحر الرائق، کتاب القضاء، باب التحکیم، مسائل شتی، ۷/۷۶، ۷۷، ملخصاً) اس بنیاد پر کہ وہ ظلم ہے کہ کبھی فعل ترک اَولیٰ کی وجہ سے مکروہ ہوتا ہے، ''بیضاوی'' میں ہے کہ ظالم نام رکھا گیا کہ اُس نے اپنے آپ پر اَولیٰ کو چھوڑ کر ظلم کیا، انتہیٰ (تفسیر البیضاوی، سورۃ البقرۃ، الآیۃ ۳۹: ۱/ ۷۴) مخفی نہیں ہے کہ یہ مجتہد پر اطلاق کے لئے مناسب ہے۔

اور یہ بات کہنا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد ہیں کُتُبِ حنفیہ کے مخالف ہے الخ، یہ اُن کے مجتہد ہونے کے بارے میں اقوال حنفیہ کی تصریح سے آنکھیں بند کرنا اور اس ظلم و جَور کے اطلاق کو اپنی طرف سے کہی ہوئی بات کا نتیجہ بنانا ہے جب کہ تو جانتا ہے کہ اُن کے جَور کا منشا خطاءِ اجتہادی ہے اس لئے وہ اجتہاد پر دلیل ہے نہ اس پر کہ انہوں نے فساد کا قصد کیا، وہ بیان جو اُن کے مجتہد ہونے کے بارے میں صریح ہے وہ حضرت مُجدِّد الف ثانی علیہ الرحمہ کے مکتوبات کی دوسری جلد کے چھتیسویں مکتوب میں ہے، اکابر اہلسنّت کے نزدیک اللہ تعالیٰ اُن کی سعی کو قبول فرمائے، نبی کریم کے

اصحاب علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات ایک دوسرے کے ساتھ نزاع اور جھگڑے میں تین گروہ تھے، ایک گروہ دلیل اور اجتہاد کی بنیاد پر حق حضرت امیر (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ) کی طرف سمجھتا تھا، دوسرا گروہ دلیل اور اجتہاد کی بنیاد پر حق دوسری طرف دیکھ رہا تھا، تیسرا گروہ غیر جانبدار تھا مگر اہلسنّت نے اپنے پاس ظاہر ہونے والی دلیل کی بنیاد اس پر ہے کہ حق امیر (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ) کی جانب ہے اور اُن کے مخالف خطا کے راستے پر ہیں اور یہ خطا اجتہادی ہے ملامت وطعن سے دُور ہے تشنیع وتحقیر سے پاک اور مبرّا ہے، حضرت امیر (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا ''میرے بھائی باغی ہو گئے ہیں مگر یہ نہ کافر ہیں اور نہ فاسق کیونکہ اُن کے پاس دلیل اور تاویل ہے جو کفر وفسق سے منع کرتی ہے''۔ انتہیٰ (مکتوبات امام ربانی، جلد دوم، دفتر دوم، حصہ ششم، مکتوب ۳۶: ۲/۲/۶/۷۹)

اس میں یہ بھی ہے کہ اہلسنّت اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو قبول فرمائے، نبی کریم ﷺ کے صحابہ کے جھگڑوں اور اختلافات کو اچھی مراد ومعنی پر محمول کرتے ہیں خواہش اور تعصّب سے دُور رکھتے ہیں (یہ حقیقت ہے کہ اہلسنّت ان جھگڑوں کو اچھے معنی پر محمول کرتے ہیں چنانچہ امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد ابن الہمام متوفی ۸۶۱ھ لکھتے ہیں جو کچھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مابین واقع ہوا وہ اجتہاد پر مبنی تھا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جانب سے امامت میں کوئی جھگڑا نہ تھا (المسایرۃ، الرکن الرابع فی السمعیات، الأصل الثامن، ص ۲۶۰) اس کے تحت امام کمال الدین محمد بن محمد ابن شریف متوفی ۹۰۵ھ لکھتے ہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مابین جو واقع ہوا وہ جنگیں تھیں جن کا سبب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور اُن کے ساتھیوں کی طرف سے قاتلانِ عثمان غنی رضی اللہ عنہ سپرد کرنے کا مطالبہ تھا (المسامرۃ، الرّکن الرّابع، الأصل الثّامن، ص ۲۶۰)) کیونکہ اُن کے نفوس خیر البشر ﷺ صحبت کی وجہ سے پاک ہو چکے تھے اور اُن کے سینے دشمنی اور کینے سے پاک ہو چکے تھے، اس باب میں زیادہ سے زیادہ یہ تھا کہ ہر ایک کے پاس اپنی اپنی رائے اور اجتہاد تھا اور ہر مجتہد کو اپنی رائے کے

مطابق عمل کرنا واجب بالضرورت تھا جس کی وجہ سے بعض اُمور میں وہ آراء میں مخالفت
اور اختلاف کا سبب بن گیا، ہر ایک کے لئے اپنی رائے کی پیروی صحیح ہوئی۔ انتہی
(مکتوبات امام ربانی، جلد دوم، دفتر دوم، حصہ ششم، مکتوب ۳۶ :، ۲/ ۲/ ۶/ ۸۳، ۸۴)
مکتوب ۶۷ میں ہے کہ جھگڑے اور تنازعے جو صحابہ کرام علیہم الرضوان کے
مابین ہوئے جیسے جنگ جمل اور جنگ صفین، ان کو اچھے الفاظ پر محمول کرنا چاہئے
(کوشش یہ کرنی چاہئے کہ ان جھگڑوں کا تذکرہ نہ کیا جائے کیونکہ بہت سے محققین کے نزدیک ان کا تذکرہ
ممنوع ہے چنانچہ علامہ عبد العزیز پرہاروی متوفی ۱۲۳۹ھ لکھتے ہیں : کثیر محققین کہتے ہیں صحابہ کرام علیہم
الرضوان کے مشاجرات کا تذکرہ حرام ہے کیونکہ اندیشہ ہے کہ اس سے بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان کے
بارے میں بدگمانی پیدا ہوجائے اور اس کی تائید حدیث مرفوع سے ہوتی ہے، جس میں فرمایا گیا "لَا يُبلّغنی
أحدٌ من أصحابی عن أحدٍ شيئًا فإنّی أحبّ أن أخرج إليكم و أنا سليمُ الصَّدر" یعنی، "کوئی شخص کسی
صحابی کے بارے میں مجھ سے شکایت نہ کرے کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ تمہاری جانب صاف دل نکلوں"۔ پھر
علماء کرام نے ان مشاجرات کا تذکرہ کیا، اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے علامہ پرہاروی لکھتے ہیں : "اہلِ
سنّت کو ان واقعات کا تذکرہ مجبوراً کرنا پڑا اس لئے کہ بدعتیوں نے ان میں بہت سی مَن گھڑت اور جھوٹی
باتیں شامل کردیں، یہاں تک کہ بعض متکلمین فرمانے لگے کہ مشاجراتِ صحابہ کی سب روایات جھوٹ کا پلندہ
ہیں، اگرچہ یہ قول بہت اچھا ہے، مگر بعض واقعات تواتر سے بھی ثابت ہیں، لہٰذا سب اہلِ سنّت و جماعت
نے اس پر اجماع کیا کہ اُن میں سے ثابت شُدہ واقعات کی مناسب تاویل کی جائے تاکہ عوام المسلمین
وسوسوں اور شبہات سے بچیں اور وہ واقعات جو ناقابل تاویل ہیں انہیں ردّ کردیا جائے، کیونکہ صحابہ علیہم
الرضوان کی فضیلت، حسنِ سیرت اور اتباع نصوص قاطعہ اور اہلِ حق کے اجماع سے ثابت ہے، پس یہ روایات
اُحاد خصوصاً متعصّب و کذّاب رافضیوں کی (مَن گھڑت) اس کے مقابل کیا حیثیت رکھتی ہیں" (النّاھیۃ عن
طعن امیر معاویۃ رضی اللہ عنہ، فصل فی النّھی عن ذکر التشاجر، ص ۵)، لہٰذا مشاجراتِ صحابہ میں غور و خوض نہیں
کرنا چاہئے چنانچہ امام اہل سنّت امام احمد رضا متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں : اہلِ سنّت کے عقیدہ میں تمام صحابہ
کرام رضی اللہ عنہم کی تعظیم فرض ہے اور اُن میں کسی پر طعن حرام اور اُن کے مشاجرات میں خوض ممنوع الخ

(الفتاوی الرّضویۃ، ۲۹/ ۲۲۷))، ہر گروہ نے اپنے اجتہاد کے تقاضا کے مطابق عمل کیا
ہے علماء کرام فرماتے ہیں ان لڑائیوں میں حق جناب امیر کرم اللہ وجہہ کی طرف تھا اور
مخالفین کا اجتہاد صحت سے دُور تھا مگر اس کے باوجود موردِ طعن نہیں ہیں اور ملامت کی
گنجائش نہیں رکھتے چہ جائیکہ کفر و فسق کو اُن کی طرف منسوب کیا جائے انتہیٰ۔
"مرقات" میں عَلَم الھُدیٰ شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ سے منقول ہے کہ
"میرا عقیدہ ہے کہ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلافت کے بارے میں
اجتہاد کیا اور اس پر آپ درست ثابت ہوئے جب کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے
اس بارے میں اجتہاد کیا اور خطا کی"، انتہی۔ (مرقاۃ المفاتیح، کتاب المناقب، باب مناقب
العشراء رضی اللہ عنہم، برقم ۶۱۲۰ :۔(۱۳)، ۱۱/ ۲۷۵)) "اکمال شرح مسلم" میں ہے کہ
جب سب کا آپس میں نزاع اجتہاد کی بنیاد پر تھا، (علامہ عبد الغنی نابلسی لکھتے ہیں صحابہ کرام علیہم
الرضوان کے مابین جو جنگیں ہوئیں وہ اُن کا اجتہاد تھا اور وہ اُن میں ہر حال میں ثواب پانے والے ہیں پس
جس نے خطا کی وہ ایک ثواب اور جو حق کو پہنچا وہ دوگنا ثواب پائے گا۔ (الحدیقۃ الندیۃ، الباب الثانی،
الفصل الاوّل و افضلہم ابوبکر رضی اللہ عنہ، ۱/ ۲۹۴) صحابہ کرام علیہم الرضوان کا آپس میں نزاع اجتہاد پر کی
بنیاد پر تھا یہ حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان پر اعتراض کا جواب ہے جیسا کہ علامہ قاسم قطلو بغا حنفی ۸۷۹ھ
نے "حاشیۃ المسایرہ" ص ۲۶۰، میں لکھا ہے) اس وجہ سے ہر ایک اپنے پیشوا کی تعریف کر رہا
تھا، اُس کے مناقب اور شان بیان کر رہا تھا اُس کے لئے جنت کی گواہی دے رہا تھا
اگرچہ یہ معاملہ اجتہاد کے خلاف تھا، ہر ایک دوسرے سے بری تھا، پس اُن کا آپس
میں نزاع دنیا کے لے نہ تھا، نہ ہی ایک دوسرے کے خلاف بغاوت کی بنیاد پر تھا۔
عقائد میں ہے کہ اُن کے اجتہاد میں اختلاف تھا اس لئے سب جنتی ہیں۔ پس اس کی
تأویل بھی وہی ہے جو اجتہاد کے بارے میں کی جاتی ہے، اسی میں ہے کہ حضرت
معاویہ رضی اللہ عنہ اور اہلِ شام کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ کے بارے میں
اختلاف ہے، بعض نے کہا یہ کسی تاویل کی بنیاد پر نہ تھی، بعض نے کہا کہ تاویل کی بنیاد

پر تھی، پہلا قول ضعیف ہے، جسے وہ شخص جانتا ہے جو صحابہ کرام علیہم الرضوان کے فضائل پہچانتا ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمان ''یَقْتُلُهُ فِئَةٌ بَاغِیَةٌ إلخ'' (صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب التعاون فی بناء المسجد، برقم ۴۴۷ :، ۱/ ۱۱۵)) یعنی، ''اُسے باغی جماعت قتل کرے گی'' اور حدیث شریف میں اِس قول کی واضح دلیل ہے کہ حق حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کی جماعت کے ساتھ تھا، اور دوسروں کا عُذر صرف اجتہاد کے ساتھ ہے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ شروع میں فرماتے تھے اُن کے ساتھ جنگ انہوں نے کی جنہوں نے انہیں نکالا پھر آپ نے رجوع کیا اور (اس کی تاویل کرتے ہوئے) فرمایا : ہم باغی گروہ ہیں جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خون کی مطالبہ کرتے ہیں۔ انتہیٰ

اُس کا قول کہ خارجی وہ ہے کہ اِلخ، خارجی سے اُس کی مراد اگر وہ خارجی ہیں جو خوارج کی طرف منسوب ہیں تو اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ (خوارج) حضرت علی کے خلاف نکلے تھے مگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اُس گروہ میں سے (ہرگز) نہ تھے اُن کے معاملے کی غایت اجتہاد کی بنیاد پر بغاوت ہے (جیسا کہ ''مرقات'' کے حوالے سے پہلے گزرا کہ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خلافت کے بارے میں اجتہاد کیا اور آپ اس میں درست ثابت ہوئے جب کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں اجتہاد کیا اور خطا کی (مرقات، برقم ۶۱۲۰ :۔ (۱۳)، ۱۱/ ۲۷۵) اور اس کی شہادت خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس قول سے ملتی ہے کہ آپ نے فرمایا ''ہمارے بھائی ہیں جنہوں نے ہم پر بغاوت کی'' (معالم التنزیل، سورۃ الحجرات، الآیۃ ۱ :، ۴/ ۱۹۲))

اور ''درمختار'' میں ہے کہ پھر امام کی طاعت سے نکلنے والے تین قسم کے لوگ ہیں (۱) ڈاکو، (۲) باغی، (۳) خارجی، انتہیٰ۔ (الدّرالمختار، کتاب الجہاد، باب البُغاۃ، تحت قولہ : ھم الخارجون اِلخ، ص ۳۱۵ ملخصاً) اس سے اُن کی مراد اگر یہ ہے کہ جو بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف نکلا وہ خارجی ہے اگرچہ وہ باغی ہو تو عبارت میں قصور (غلطی) ہے کیونکہ یہ مشہور عقیدے کے خلاف ہے، اس کی ''بحرالرائق'' سے بھی تائید ہوتی ہے کہ

پس جو ''بدائع الصّنائع'' (بدائع الصنائع، کتاب السیر، فصل بعد فصل : حکم ولد المرتد، ۹/ ۵۴۴) میں باغیوں کی تفسیر خارجیوں کے ساتھ ہے اُس میں غلطی ہے، انتہیٰ ((البحرالرائق، کتاب السّیر، باب البغاۃ، تحت قولہ ۵ :/ ۲۳۵)) اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اُس جماعت (یعنی خوارج) سے کیسے ہوسکتے ہیں حالانکہ علی رضی اللہ عنہ نے اُن کے بارے اور اُن کے ساتھیوں کے بارے میں تصریح فرمائی کہ ''وہ اُن کے بھائی ہیں جنہوں نے اُن پر بغاوت کی'' اور آپ نے اُن سے شرک و نفاق کی نفی فرمائی جیسا کہ ''معالم التّنزیل'' میں ہے سورۂ حجرات کی تفسیر میں ہے کہ حارث اعور سے مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا حالانکہ آپ جنگِ جمل اور صفین کے باغیوں کے ساتھ جنگ میں پیشوا تھے کہ کیا وہ مشرک ہیں؟ تو (حضرت علی رضی اللہ عنہ نے) فرمایا کہ منافق اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتا مگر تھوڑا، پھر پوچھا گیا کہ پھر اُن کا کیا حال ہے؟ فرمایا، ہمارے بھائی ہیں جنہوں نے ہم پر بغاوت کی ہے۔ انتہیٰ (معالم التنزیل، سورۃ الحجرات، الآیۃ ۱ :، ۴/ ۱۹۲)

''فتح القدیر'' میں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ظلم یہ ہے کہ آپ نے امامِ حق کے خلاف خُروج کیا، ''فتح القدیر'' میں (اس) عبارت کے پائے جانے کے بعد تُو نے جان لیا کہ ظلم جو مجتہد مخطیٔ کی طرف منسوب ہوتا ہے وہ کیا ہوتا ہے اُوپر اس کا ذِکر ہوا پس اُسے یاد کر۔ (کیونکہ اُن کے ظلم کا منشاء خطاءِ اجتہادی ہے اور خطاءِ اجتہادی ملامت و طعن سے دُور اور تشنیع و تحقیر سے پاک ہوتی ہے، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ''مکتوبات امام ربانی''، (جلد دوم، دفتر دوم، حصہ ششم، مکتوب ۳۶))

ان کا قول کہ {قَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ} کَمُعَاوِیَةَ (نیشاپوری)

أقول (میں کہتا ہوں کہ) : آیت کریمہ جیسا کہ ''مدارک'' (مدارک التّنزیل، سورۃ الحجرات، ۲/ ۱۶۹) اور ''بیضاوی'' (تفسیر البیضاوی، سورۃ الحجرات، الآیۃ ۹ :، ۵/ ۱۳۵) میں ہے ''اَوس'' جو حضرت عبداللہ بن اُبی رضی اللہ عنہ کی قوم تھی اور ''خزرج'' جو حضرت

عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی قوم تھی کے بارے میں نازل ہوئی، یا جیسے حضرت قتادہ نے فرمایا : دو انصاریوں کے بارے میں نازل ہوئی، یا جیسے سدی نے کہا کہ ایک انصاری خاتون کے بارے میں نازل ہوئی کہ جنہیں اُمّ یزید کہا جاتا تھا، اُن کے اور اُن کے شوہر کے مابین کچھ (معاملہ) تھا، علامہ بغوی نے دونوں قصّے **"معالم التّنزیل"** (معالم التّنزیل، سورۃ الحجرات، الآیۃ ۹ :، ۴/۱۹۲) میں ذِکر کئے ہیں، مگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مثال دینا، **"نیشاپوری"** میں اِس کے ثبوت کو تسلیم کر لینے سے بھی یہ اِس سے زیادہ پر دلالت نہیں کرتی کہ بغاوت کا ایسے ایمان کے ساتھ ثبوت ہوگا جو اَوصاف میں اشرفُ الصِّفات ہے اور ایسی بغاوت کا کسی نے بھی انکار نہیں کیا ہے مگر جب بغاوت اجتہاد کی بنیاد پر ہوگی تو مذمّت لازم نہیں آئے گی، اور **"تفسیر البعیلی"** میں {قَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ}، مضارع کے صیغے کے ساتھ ہے جو اِس طرف اشارہ کر رہا ہے کہ اُس کے ساتھ اُس وقت جنگ کی جائے جب تک وہ بغاوت پر قائم رہے۔ انتہیٰ

اُس کا کہنا کہ جاننا چاہئے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے قاتل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور اُن کے گروہ کے لوگ تھے جو کہ اِس حدیث شریف (اور وہ حدیث شریف یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے فرمایا : اسے باغی جماعت قتل کرے گی (صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب التعاون فی بناء المسجد، برقم ۴۴۷ :، ۱/۱۱۵)) کی نصّ سے ظالم، سرکش اور باغی تھے۔ (المبارق)

أقول (میں کہتا ہوں کہ) : حدیث شریف تو صرف حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے والی جماعت کے باغی ہونے پر دلالت کرتی ہے جب کہ تجھے بغاوت اور اُس کے زمانے کی خبر ہے اور اس میں ملامت، طعن کے لئے تو دلیل نہیں ہے اور بغاوت اُس زمانے میں جب اجتہاد کی بنیاد پر تھی اگرچہ وہ اجتہاد غلط تھا تو وہ بغاوت مذمّت اور ہجو کا تقاضا نہیں کرتی اور یہ (مذمّت اور ہجو) فضیلتِ صحبت اور ثبوتِ اجر

سے قطع نظر ہے اور وہ تو ہر مجتہد کے لئے ثابت ہے جو اہلِ قبلہ میں سے ہو چاہے خطاء کرے، (علامہ ابن حجر ہیتمی اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں کہ اس کی عایت کہ جس پر حدیث شریف (یقتلہ فئۃ باغیۃ) دلالت کرتی ہے یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی حضرت علی پر بغاوت کرنے والے تھے اور اس میں کوئی نقص نہیں ہے وہ اس کے باوجود ماُجور ہیں گنہگار نہیں ہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ نے تصریح فرمائی ہے کہ "مجتہد جب اجتہاد کرے اور خطاء کرے تو اُس کے لئے ایک اجر ہے"۔ (تطہیر الجنان واللّسان، الفصل الثّالث، ص ۴۱۸)) مگر فضیلتِ صحبت تو اُس کے برابر کوئی شئے نہیں ہوسکتی، **"اکمال شرح صحیح مسلم" للصالح الابی** میں ہے صحبت ایک لمحہ کے لئے کیوں نہ ہو کوئی عمل اُس کے برابر نہیں ہوسکتا اور اس کے مرتبے کو حاصل نہیں کیا جاسکتا، فضائل اتنے بلند ہیں کہ انہیں قیاس سے حاصل نہیں کیا جاسکتا

ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ط وَ اللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ

(الحدید ۵۷ : /۲۱)

ترجمہ: یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دے، اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

اور **"انموذج اللبیب"** میں ہے کہ اُس کے لئے صحبت ثابت ہوگی جو ایک لمحے کے لئے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوا پھر ایسا ایک لمحہ جب ایک اعرابی کو ملا تو اس کے نتیجے میں وہ اعرابی حکمت کی باتیں کرنے لگا۔ انتہیٰ۔ اس لئے کسی کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ اُن میں سے کسی کو گالی دے، "اکمال" میں ہے کہ **لَا تَسَبُّوْا أَصْحَابِیْ** (صحیح البخاری، کتاب فضائل الصّحابۃ، باب قول النبی ﷺ : لوکنتُ متخذاً الخ، برقم : ۳۶۷۳۔ أیضاً صحیح مسلم، کتاب فضائل الصّحابۃ، باب تحریم سبّ الصّحابۃ رضی اللہ عنہم، برقم ۶۵۷۹ : /۲۲۱۔ (۲۵۴۰)، ص ۱۲۲۷)) "میرے صحابہ کو گالی مت دو" اور صحیح وہی ہے کہ جس پر اکثر ہیں کہ یہ حکم عام ہے جو سب کو شامل ہے، آثار بظاہر اس پر دلالت کرتے ہیں، لہٰذا اُن

میں کسی کو گالی دینا یا تنقیص کرنا کبیرہ گُناہ ہے، حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے اس طرح کرنے والے پر لعنت فرمائی ہے اور اُن کو ایذاء پہنچانے کو اللہ تعالیٰ کو ایذاء پہنچانے کے برابر قرار دیا ہے۔ انتہیٰ

اور اُن کا کہنا کہ خطیب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دَور میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو منبر پر گالیاں دیتے تھے، الخ (تاریخ الطبری)

أقول (میں کہتا ہوں کہ) : محقّقین نے ذِکر کیا ہے کہ یہ جھوٹ ہے، شیخ فضل بن رودیھا خلجی شیرازی کی ''ابطال النھج الباطل'' میں ہے کہ نعوذ باللہ منھا حضرت امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالیاں دینا ثقات کے نزدیک ثابت نہیں ہے، علماء کرام نے اس بات کے انکار میں سختی سے کام لیا ہے یہاں تک کہ مغاربہ نے اِس بات کے انکار میں کُتُب اور رسائل تصنیف فرمائے ہیں اور اُن میں کمال درجے کے مبالغے سے کام لیا ہے، ''اِکمال صالح الابی'' میں ہے کہ گالیاں دینا اور بری بات کرنے کا کام بنوامیہ کے جُہلا اور نیچ لوگوں کا ہے، البتہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اِس سے دُور تھے کیونکہ آپ صحبت، دین، فضل اور اچھے اخلاق والے تھے، اِس بارے میں اُن کے لئے جو کچھ کہا جاتا ہے وہ صریح جھوٹ ہے حالانکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور عظمت شان کے معترف تھے۔ انتہیٰ

اور منقول اُن کا ایک دوسرے کے لئے مہربان ہونا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا : {رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ} (الفتح ۴۸ : /۲۹) (ترجمہ : آپس میں نرم دل) ''اکمال'' میں ہے کہ ابن عبد البر نے ضرار صدائی تک اپنی سند کے ساتھ بیان کیا کہ انہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تعریف کر تو اُس نے کہا اگر اُن کی تعریف کرنا ضروری ہے تو اللہ عزّ وجلّ کی قسم! وہ بہت دُور تک جانے والے، سخت طاقتور، فیصلہ کُن بات کرنے والے اور عدل و انصاف سے حکم کرنے والے تھے، علم اُن کے اردگرد موجیں مارتا تھا اور حکمت اُن کی زبان کے کناروں پر بولتی

تھی، اِلخ، اُس کے بعد (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ) روئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ ابو الحسن (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ) پر رحمت فرمائے بخدا وہ ایسے ہی تھے، اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت، اور اُن کے حق و مرتبے کی عظمت سے واقف تھے۔ انتہیٰ (شیخ الاسلام احمد بن حجر مکی متوفی ۹۷۴ ھ نے اسے یوں نقل کیا ہے کہ حضرت معاویہ نے ضرار بن حمزہ سے کہا میرے سامنے حضرت علی کے اوصاف بیان کرو۔ اس نے کہا مجھے معاف رکھئے، حضرت معاویہ نے کہا میں تجھ کو اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، اس نے کہا خدا کی قسم! وہ بہت دور تک جانے والے شدیدُ القُویٰ، فیصلہ کن بات کرنے والے، انصاف سے حکم کرنے والے تھے۔ ان کے پہلوؤں سے علم پھوٹتا تھا اور آپ کی زبان سے حکمت پھوٹتی تھی، وہ دنیا اور اس کی چکاچوند سے نفور اور رات اور اس کی وحشت سے مانوس تھے، بہت رونے والے اور بہت سوچنے والے تھے، ان کا لباس کس قدر مختصر اور کھانا کس قدر سخت ہوتا تھا، وہ ہماری طرح کے ایک آدمی تھے، جب ہم اُن سے سوال کرتے تو وہ جواب دیتے، جب انہیں بلاتے تو وہ ہمارے پاس آتے اور خدا کی قسم! ہم اس قدر قریب رہنے کے باوجود ان کی ہیبت کی وجہ سے ان سے بات نہیں کر سکتے تھے، وہ دینداروں کی تعظیم کرتے اور مساکین کو قریب کرتے، طاقتور اپنی باطل بات میں ان سے کوئی طمع نہ کرتا اور نہ کمزور ان کے عدل سے مایوس ہوتا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے بعض مقامات پر جب رات چھا جاتی اور ستارے غروب ہو جاتے تو انہیں اپنی داڑھی پکڑے، ڈسے ہوئے انسان کی طرح بیقرار اور غمگین کی طرح روتے دیکھا اور وہ کہتے اے دنیا! میرے سوا کسی اور کو دھوکہ دے، کیا تو میری طرف دیکھ رہی ہے؟ تو کس خیال میں ہے میں نے تجھے تین بائنہ طلاق دے دی ہیں جن میں کوئی رجوع نہیں ہوتا، تیری عمر تھوڑی اور تیری اہمیت قلیل ہے۔ آہ قلت زاد، درازئ سفر اور راستے کی وحشت۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یہ باتیں سُن کر رو پڑے اور کہا اللہ تعالیٰ ابوالحسن پر رحم فرمائے، خُدا کی قسم وہ ایسے ہی تھے۔ (الصّواعق المحرقہ، الباب التّاسع، الفصل الرّابع فی نبذ من کراماتہ وقضایاہ اِلخ، ص ۱۸۶))

اس مقام کے مناسب وہ ہے جو شیخ محقّق تاج الدین نے ''بحر السّعادت'' میں ذِکر کیا ہے، فرماتے ہیں کہ اس مدّت میں امیر (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ) بیمار

ہوئے، چنانچہ آپ صاحبِ فراش ہو گئے، ایک روز سخت گرمی میں ایک سواری دیکھی جس پر ایک بزرگ سوار تھے، سفید مصری لباس پہنے گردن کے نیچے (سے عمامہ) باندھے ہوئے تھے لشکر میں آئے، کسی سے بھی بات نہیں کی یہاں تک کہ سیدھے حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے بارگاہ میں آئے، خیمے میں داخل ہوئے اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بیٹھے اور سلام کیا اور ہاتھ آپ کی پیشانی پر رکھا، فاتحہ پڑھی، دعا و ثناء کی اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے آمین کہی اور عُذر خواہی کی اور چلے گئے، حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے سب قریبی بیٹھے ہوئے تھے، کچھ وقت کے بعد پوچھا کہ اے امیر المؤمنین! وہ مرد کون تھا؟ آپ نے فرمایا: تم نے اُسے نہیں پہچانا؟ عرض کی کہ نہیں، فرمایا وہ معاویہ (رضی اللہ عنہ) تھے جو میری عیادت کے لئے آئے تھے اور واپس اپنے لشکر سے جا ملے، تو وہ کہنے لگے ہمیں کیوں نہیں بتایا کہ انہیں پکڑ لیتے، اور یہ فتنہ ٹل جاتا، حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، مؤمن کبھی بھی دین کے لئے دھوکہ نہیں کرتا، ایک مسلمان تم سب سے نہ ڈرا، تنہا ہم میں چلا آیا، اللہ تعالیٰ نے اُسے تمہاری نگاہوں میں چُھپایا کہ اُسے پہچان نہ سکے، میرا کرم یہ ہے کہ اُس کے ساتھ عُذر کیا باقی ہم میں جھگڑا ہے جو صلح پر انجام کو پہنچے گا جو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے: {اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْکُمْ} (الحجرات ۴۹ /۱۰) (ترجمہ: مسلمان مسلمان بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرو) انتہیٰ

یہ کہنا کہ امام حسن رضی اللہ عنہ منبر پر اہلِ عراق سے وعظ فرما رہے تھے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ زہر آلودہ خنجر کے ساتھ آئے، اپنے خادم کو دیا اُس نے اُن کی ران پر مارا۔ الخ

اُس کا یہ کہنا کہ ''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے خنجر اپنے خادم کو دیا'' ثابت نہیں ہے، منقول صرف یہ ہے کہ خنجر کسی عراقی نے مارا، اسے ''بزار'' وغیرہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ سے تخریج کیا ہے کہ جب وہ خلیفہ ہوئے تب وہ نماز پڑھ رہے تھے

کہ ایک شخص نے آپ پر حملہ کر دیا اور آپ پر خنجر سے وار کیا اور آپ نے لوگوں کو خطبہ دیا، فرمایا اے اہل عراق! ہمارے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، ہم تمہارے امیر اور مہمان ہیں، ہم اہلبیت ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا} (الاحزاب: ۳۳/ ۳۳) (ترجمہ: اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے) پھر آپ مسلسل یہ فرماتے رہے یہاں تک کہ اہلِ مسجد میں سے کوئی بھی باقی نہ رہا مگر وہ رو رہا تھا۔ اسی طرح ''الصّواعق'' میں ہے۔ (''الصّواعق'' میں ہے کہ بزار نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ جب آپ خلیفہ بنے تو ایک آدمی نے نماز کی حالت پر آپ پر حملہ کر دے اور سجدے میں آپ پر خنجر کا وار کیا تو آپ نے خطبہ میں فرمایا اے اہل عراق! ہمارے بارے میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ ہم آپ کے امیر اور مہمان ہیں اور ہم وہ اہلِ بیت ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: {اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا} آپ اس آیت کو بار بار پڑھتے رہے یہاں تک کہ تمام اہل مسجد رو پڑے۔ (الصّواعق المحرقہ، الباب العاشر، الفصل الثّالث فی بعض مآثرہ، ص ۱۹۶)

اور یہ کہنا کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ زہر دلوایا، الخ

أقول (میں کہتا ہوں کہ): یہ روایت غیر مشہور ہے دارشکوہ کی کتاب ''سفینۃ الأولیاء'' میں ہے کہ مشہور یہ ہے کہ آپ کی بیوی جعدہ نے زہر دیا۔ انتہیٰ، اس پر اُسے یزید نے برانگیختہ کیا تھا، ''الصّواعق'' میں ہے کہ آپ کی وفات کا سبب آپ کی بیوی الاشعث بن قیس الکندی کی بیٹی جعدہ تھی جسے یزید نے زہر دینے کے لئے خفیہ طور پر بھجوایا، یزید نے آپ کی شادی اُس سے کروائی اور اس کے لئے ایک لاکھ درہم خرچ کئے اور اُس نے آپ کو زہر دے دیا، جس کے بعد چالیس روز تک آپ بیمار رہے، جب فوت ہوئے تو اُس نے یزید کو وعدہ پورا کرنے کے متعلق کہا، اس پر اُس نے جواب دیا کہ ہم نے تو حسن کے لئے تجھے پسند نہیں کیا، تجھے اپنے لئے کیسے پسند کر سکتے

ہیں۔ انتہی (الصّواعق المحرقہ، الباب العاشر : فی خلافۃ الحسن الخ، الفصل الثّالث : فی بعض مآثرہ، ص۱۹۸)، اس بنیاد پر ''حدیقه'' میں ہے ''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جعدہ جو کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کی بیوی تھی الخ''، یہ بلا تأمل قول ہے اور شیخ (محقّق) عبدالحق محدّث دہلوی نے انصاف کیا جب کہ آپ نے فرمایا وہ جو حقوقِ اہلِ بیتِ نبوی کی حفاظت اور اُن کے ادب کی رعایت میں کمی کے سلسلہ میں مشاجرت ومحاربات منقول ہیں، ان خبروں کی صحت تسلیم کرنے کے باوجود ان سے اغماض کریں (یعنی نظر انداز کریں) اور تغافل برتیں، کہی کو ان کہی، سُنی کو ان سُنی کر دیں، اس لئے کہ رسول کریم ﷺ کے ساتھ اُن کی صحبت یقینی ہے اور دیگر نقل کردہ باتیں ظنی ہیں اور ظن یقین کے ساتھ معارض نہیں ہوتا اور یقین کو کسی ظن سے چھوڑا نہیں جا سکتا۔ (امام اہلسنّت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کا اس کے بارے میں یہی قول ہے، چنانچہ لکھتے ہیں : ''اہل سنّت کے عقیدہ میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعظیم فرض ہے اور ان میں کسی پر طعن حرام اور ان کے مشاجرات میں خوض ممنوع، حدیث میں ارشاد : ''اِذَا ذُکِرَ أَصْحَابِیْ فَامْسِکُوْا'' جب میرے صحابہ کا ذکر کیا جائے تو (بحث وخوض سے) رُک جاؤ۔ رب عزّ وجلّ کہ عالم الغیب والشہادہ ہے، اس نے صحابہ سید عالم ﷺ دو قسمیں فرمائیں : (۱) مومنین قبل الفتح، جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے راہِ خدا میں خرچ و جہاد کیا۔ (۲) اور مومنین بعد الفتح، جنہوں نے بعد کو (اللہ کی راہ میں خرچ اور جہاد کیا)۔ فریق اوّل کو دوم پر تفضیل عطا فرمائی کہ {لَا یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قٰتَلَ ط اُولٰٓئِکَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ م بَعْدُ وَ قٰتَلُوْا ط} ''تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل خرچ کیا اور جہاد کیا وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں جنہوں نے بعد فتح کے خرچ اور جہاد کیا''۔ اور ساتھ ہی فرمایا : {کُلًّا وَّ عَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰی}، ''دونوں فریق سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ فرما لیا''۔ اور ان کے افعال پر جاہلانہ نکتہ چینی کا دروازہ بھی بند فرما دیا کہ ساتھ ہی ارشاد ہوا : {وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ} ''اللہ کو تمہارے اعمال کی خوب خبر ہے''۔ یعنی جو کچھ تم کرنے والے ہو وہ سب جانتا ہے، بہ ایں ہمہ سب سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا، خواہ سابقین ہوں یا لاحقین۔ اور یہ بھی قرآن عظیم سے ہی پوچھ دیکھئے کہ مولیٰ عزّ وجلّ جس سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا اس کے لئے کیا فرماتا ہے (اس کے بارے میں فرماتا ہے :) {اِنَّ الَّذِیْنَ

سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤی لا اُولٰٓئِکَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ O لَا یَسْمَعُوْنَ حَسِیْسَهَا ج وَ هُمْ فِیْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ O لَا یَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَکْبَرُ وَ تَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِکَةُ ط هٰذَا یَوْمُکُمُ الَّذِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ O} ''بے شک جن سے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہو چکا وہ جہنم سے دور رکھے گئے ہیں اس کی بھنک (دھیمی سے آواز) تک نہ سُنیں گے اور وہ اپنی من مانتی مرادوں میں ہمیشہ رہیں گے، انہیں غم میں نہ ڈالے گی بڑی گھبراہٹ، فرشتے ان کی پیشوائی کو آئیں گے یہ کہتے ہوئے کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا''۔

سچا اسلامی دل اپنے ربّ عزّ وجلّ کا یہ ارشاد سُن کر کبھی کسی صحابی پر نہ سوئے ظن کر سکتا ہے نہ اس کے اعمال کی تفتیش، بہ فرضِ غلط (صحابہ نے) کچھ بھی کیا، تم حاکم ہو یا اللہ، تم زیادہ جانو یا اللہ، {ءَ اَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ} (کیا تم علم زیادہ ہے یا اللہ تعالیٰ کو)، دلوں کی جاننے والے سچا حاکم یہ فیصلہ کر چکا کہ مجھے تمہارے سب اعمال کی خبر ہے میں تم سے بھلائی کا وعدہ فرما چکا، اس کے بعد مسلمان کو اس کے خلاف کی گنجائش کیا ہے۔ ضرور (سیدنا معاویہ سمیت) ہر صحابی کے ساتھ حضرت کہا جائے گا، ضرور رضی اللہ عنہ کہا جائے گا، ضرور اس کا اعزاز واحترام فرض ہے، {وَ لَوْ کَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ} (اگرچہ مجرم برا مانیں)''۔ (الفتاویٰ الرضویۃ، مسئلہ : ۲۹،۷۹/ ۲۲۷، ۲۲۸))

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اسلام وسنّت کی سرحدیں حضرت معاویہ، عمرو بن عاص، مغیرہ بن شعبہ وغیرہم اصحاب نبوی رضی اللہ عنہم سے وابستہ ہیں، لہٰذا ہر وہ شخص جو مشائخ اہلسنّت وجماعت کے اتباع کی راہ اختیار کرے، زبان کو سبّ وشتم اور اُن پر لعن طعن سے بند رکھے، انتہی (تکمیل الایمان، نکف عن ذکر الصحابۃ اِلاّ بخیر، ص۱۷۰)

''مرقات شرح مشکوٰۃ'' میں ہے کہ سلف نے پہلی جماعت کے خلاف بولنے سے کنارہ کیا ہے، فرمایا ہے کہ اُن کے خون سے ہمارے ہاتھ پاک ہیں، اس لئے ہم اُن سے اپنی زبانوں کو ملوّث نہ کریں۔ انتہیٰ، (مرقاۃ المفاتیح، کتاب المناقب، باب مناقب اہل بیت النبی ﷺ الفصل الاول، برقم ۶۱۴۴ : ۱۱/ ۲۹۹) ''مواھب'' میں اسی طرح ہے اور ''الصّواعق'' میں ہے کہ یہ بھی واجب ہے کہ مؤرّخین کی خبروں اور صحابہ کرام

کے مابین ہونے والے اختلافات واضطراب خصوصاً شیعوں کی جاہلانہ اور گمراہانہ باتوں اور بدعتیوں کی نکتہ چینیوں سے اعراض کرتے ہوئے اُن کے بارے میں خاموشی اختیار کی جائے کیونکہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا : ''**إِذَا ذُكِرَ أَصْحَابِيْ فَأَمْسِكُوْا**'' (یہ حدیث ''حسن'' ہے جسے امام طبرانی نے ''الکبیر (۲/۹۶، برقم ۱۴۲۷ :) میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور اسے امام حافظ سیوطی نے ''الجامع الصغیر'' (۱/۱۳۸، برقم ۶۱۵ :) میں روایت کیا ہے) یعنی، ''**جب میرے اصحاب کا ذِکر کیا جائے تو خاموش رہو**'' ۔ (امام سیدی احمد زروق اس حدیث شریف کے تحت لکھتے ہیں : فیجب الإمساک عما شجر بینھم وأن لا یُبدَی لعامیّ ولا یُکثَرُ الخوض فیہ (شرح عقائد امام غزالی، فی ترتیب الفصل بین الصحابۃ رضی اللہ عنہم، ص ۱۶۰) یعنی، پس صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مابین جو نزاع واقع ہوا اُس سے خاموش رہنا واجب ہے، اس طرح کہ عام آدمی کے لئے اسے ظاہر نہ کیا جائے اور اس معاملہ میں کثرت سے غور وخوض نہ کیا جائے) پس جو شخص کوئی بات سنے اُس کے لئے ضروری ہے کہ وہ محض کسی کتاب کے دیکھنے یا کسی کتاب میں کسی بات کے دیکھنے یا کسی شخص سے سننے کی وجہ سے اسے مضبوطی سے نہ پکڑ لے اور نہ ہی اُسے کسی کی طرف منسوب کرے بلکہ اُس کی تحقیق کرے یہاں تک کہ اس بات کا کسی صحابی کی طرف انتساب درست ہو جائے پھر بھی اُس کے لئے واجب ہے کہ وہ کوئی اچھی تاویل کرے اور اس کا اچھا مفہوم مراد لے کیونکہ وہ اس کے اہل ہیں ۔ (الصواعق المحرقۃ، الخاتمۃ فی بیان اعتقاد أھل السنّۃ والجماعۃ فی الصحابۃ رضوان اللہ علیہم إلخ، ص ۳۰۶، ۳۰۷)

اس کا یہ کہنا کہ اُن میں سے جو قتل ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اُن کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔

أقول (میں کہتا ہوں) : ''ھدایۃ'' کی عبارت ہے کہ باغیوں اور ڈاکوؤں میں سے جو قتل ہو جائے تو باغیوں کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے باغیوں کی نماز جنازہ نہیں پڑھی، انتہیٰ ۔ (الھدایۃ، کتاب الصلاۃ، باب الشہید، ۱/۴۳۴) ''**فتح القدیر**'' میں صاحب (ہدایہ) کا قول ''کیونکہ حضرت علی رضی اللہ

عنہ إلخ ''غریب'' ہے واللہ اعلم، انتہیٰ ۔ (فتح القدیر، کتاب الصلاۃ، باب الشہید، ۲/۱۰۹) پس اس بنا پر ''حضرت علی رضی اللہ عنہ کا باغیوں کی نماز جنازہ نہ پڑھنے'' پر ''غرابت'' کا حکم لگا ہوا ہے اور اگر اس کا مشہور ہونا تسلیم کرلیا جائے تو یہ زجر پر محمول ہے جو سبّ و مذمّت کا تقاضا نہیں کرتا۔ ''**تکمیل الایمان**'' میں ہے کہ اخبار و آثار میں آیا ہے کہ جنگ صفین میں ایک شخص کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں سے گرفتار کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا سبحان اللہ! میں جانتا ہوں کہ وہ مسلمان تھے، افسوس کہ اُن کا آخر حال ایسا ہو گیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کیا کہتے ہو وہ اب بھی مسلمان ہیں ۔ (تکمیل الإیمان، نکفّ عن ذکر الصحابۃ إلا بخیرٍ، ص ۱۷۰)

کہا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کہا کہ یزید کی خلافت کے لئے بیعت کرو جسے بعض صحابہ نے ناپسند کیا۔ **(مدارک، الاحقاف)** (یہ عبارت ''تیسر مدارک التنزیل'' میں نہیں ہے جیسا کہ مؤلّف علیہ الرحمہ نے آئندہ سطور میں اس کی تصریح فرمائی ہے)

نقول (ہم کہتے ہیں کہ) : یہ عبارت ''**مدارک**'' میں نہیں پائی جاتی اُس میں تو صرف یہ ہے کہ {**وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ**} ''وہ جس نے اپنے والدین سے کہا'' ۔ کہا گیا کہ (یہ آیت) حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کے بارے میں نازل ہوئی، کہا گیا کہ آپ کے اسلام لانے سے قبل نازل ہوئی اور اس کے باطل ہونے کی شہادت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے خط سے ملتی ہے جو انہوں نے مروان کی طرف لکھا کہ لوگوں سے یزید کی بیعت تو لو إلخ، تو حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ تم اس لئے آئے ہو، کیا تم اپنی اولاد کے لئے بیعت لیتے ہو؟ جس پر مروان نے کہا إلخ، تو حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کو اس بیعت سے انکار اس لئے تھا کہ آپ نے دیکھا کہ یہ خلفاء راشدین کے طریقے کے مطابق نہیں ہے کیونکہ انہوں نے اپنے بیٹوں کے لئے بیعت نہیں لی، جب یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب

اپنے لوگوں سے یزید کی بیعت کے لئے کہا تھا تو یہ بھی کہا تھا کہ اے اللہ! میں نے جو فیصلہ کیا وہ اگر اُس فضیلت کے مطابق کیا جو میں نے دیکھی ہے تو اُسے میں نے جو مقرر کیا ہے اُس تک پہنچا اور اُس کی مدد فرما اور اگر اِس پر مجھے اُس محبت نے برانگیختہ کیا ہے جو ایک والد کو اپنے بچے سے ہوتی ہے اور میں نے اسے جس لئے مقرر کیا ہے وہ اُس کا اہل نہیں ہے تو اسے اس تک پہنچنے سے پہلے قبض کر لے۔ اسے ''**الصّواعق**'' (الصواعق المحرقۃ، الخاتمۃ فی بیان اعتقاد أھل السنّۃ والجماعۃ فی الصحابۃ إلخ، ص۳۱۸، وفیہ : قال اللّٰھم إذ کنت إنما عاھدت لیزید لما رأیت من فعلہ، فبلغہ ما أملتہ وأعنہ، وإن کنت إنما حملنی حبّ الوالد لولدہ وإنہ لیس لما صنعت بہ أھلاً وأ قبضہ قبل أن یبلغ ذلک) میں ذِکر کیا ہے۔

یہ کہنا کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ ''جب تم معاویہ کو میرے منبر پر دیکھو تو اُسے قتل کردو''۔ (**مسند الفردوس**)

أقول (میں کہتا ہوں کہ) : ''**الصّواعق**'' کے حوالے سے گزرا کہ جو بھی ایسی باتیں سنے اُس پر واجب ہے کہ وہ محض کسی کتاب میں کسی بات کے دیکھنے یا کسی شخص سے سُننے کی وجہ سے اُسے مضبوطی سے نہ پکڑے اور نہ ہی اُسے کسی کی طرف منسوب کرے یہاں تک کہ اُس بات کا کسی صحابی کی طرف انتساب درست ہو جائے، إلخ (الصواعق المحرقہ، الخاتمۃ فی بیان اعتقاد أھل السنّۃ والجماعۃ فی الصحابۃ رضوان اللہ علیھم إلخ، ص۳۰۶، ۳۰۷) اس حدیث کی روایت معلوم ہی نہیں اور اسے ثقات نے نقل نہیں کیا، دیلمی کی ''**مسند الفردوس**'' کی روایات ضعیف ہوتی ہیں جیسا کہ ''**جمع الجوامع**'' میں امام سیوطی نے چار علامات ذِکر کرنے کے بعد لکھا کہ جو ان چار کی طرف منسوب کرے، حکیم ترمذی کی جانب ''**نوادر الأصول**'' میں، حاکم کی طرف سے اُن کی ''**تاریخ**'' میں، ابن نجار کی طرف سے اُن کی ''**تاریخ**'' میں، دیلمی کی جانب سے ''**مسند الفردوس**'' میں۔ انتہیٰ، بلکہ ان میں موضوع احادیث بھی دیکھی گئی ہیں جیسا کہ موضوع احادیث کے بیان میں تصنیف کی گئی کُتُب کا مطالعہ کرنے والے پر مخفی نہیں ہے۔

ایسی ہی روایت ہے جسے دیلمی نے ''**مسند الفردوس**'' میں روایت کیا ہے کہ ''**أَھْلُ الْجَنَّةِ يَحْتَاجُوْنَ إِلَى الْعُلَمَاءِ فِي الْجَنَّةِ إلخ**'' یعنی، اہلِ جنت' جنت میں علماء کے محتاج ہوں گے، إلخ، (موسوعۃ الأحادیث والآثار الضعیفۃ والموضوعۃ، برقم۶۸۷۵ :، ۳/۲۶۵) ''**العجالۃ**'' (العجالۃ النافعۃ، الطبعۃ الرّابعۃ، ص۲۹، اور اس میں ہے کہ اس طبقہ میں حدیثیں داخل ہیں جن کا قرونِ اولیٰ میں نام ونشان نہیں ملتا مگر متأخرین علماء نے ان حدیثوں کو نقل کیا ہے، ان کے متعلق دو ہی صورتیں ممکن ہیں یا تو سلف صالحین نے اُن کی چھان بین کی ہے اور ان کی کوئی اصل نہیں ملی کہ وہ اُن کو روایت کرتے یا ان کی اصل تو پائی مگر ان میں علت وقباحت دیکھ کر روایت سے گریز کیا، بہر حال دونوں صورتوں میں ان حدیثوں سے اعتماد اٹھ گیا اور وہ اس قابل نہیں رہیں کہ کسی عقید واعمال کے ثبوت کے لئے انہیں دلیل بنایا جائے۔ پھر آپ نے چند کُتُب کے نام ذکر کئے جن میں ''مسند الفردوس'' بھی ہے اور وہاں ''فردوس الدیلمی'' لکھا ہے) اور ''**المیزان**'' میں ہے کہ یہ روایت موضوع ہے۔ ایسی ہی اُن کی روایت ہے ''**الشَّيْخُ فِيْ قَوْمِهِ كَالنَّبِيِّ فِيْ أُمَّتِهِ**'' یعنی، ''شیخ اپنی قوم میں ایسے ہے جیسے نبی اپنی اُمّت میں'' یہ ابن حبان اور دیلمی کی روایت ہے، اور ''**مقاصد**'' میں ہے کہ ہمارے شیخ وغیرہ نے جزم کیا کہ یہ روایت موضوع ہے (المقاصد الحسنۃ، حرف الشّین المعجمۃ، برقم۷۰۶ :، ص۲۹۹) اسی طرح ''**بحار**'' میں ہے۔ امام سیوطی کی ''**جمع الجوامع**'' میں ہے کہ ابن جوزی اِسے موضوعات میں لائے ہیں۔ انتہیٰ

حاصل کلام یہ ہے کہ اس قسم کی روایات کہ جن پر موضوع ہونے کا حکم لگایا گیا ہے وہ ''**مسند الفردوس**'' میں کثیر ہیں اور اگر اس حدیث کو ثابت بھی مانا جائے تو اِس میں یہ احتمال ہے کہ روایت ایک نقطے والی ''با'' کے ساتھ ہو (یعنی فاقتلوا کی جگہ فاقبلوا ہو) تو پھر اس کے معنی ہوں گے ''معاویہ کو منبر پر دیکھو تو اسے قبول کرلو' اس کی تائید اُس روایت سے ہوتی ہے جسے امام ابن ابی شیبہ نے اپنی ''**مصنَّف**'' (المصنّف لابن أبی شیبۃ، کتاب الأمراء، ما ذکر من حدیث الأمراء والدّخول علیھم، برقم۳۱۳۵۸ :، ۱۶/۱۳۶، ۱۳۷) میں، امام طبرانی نے ''**الکبیر**'' (المعجم الکبیر للطبرانی، برقم۸۵۰ :، ۱۹/۳۶۱، ۳۶۲) میں عبد الملک بن

عمیر سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ **مَا زِلْتُ أَطْمَعُ فِي الْخِلَافَةِ مُنْذُ قَالَ لِي رَسُوْلُ اللهِ** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم **"يَا مُعَاوِيَةُ! إِنْ مَلَكْتَ فَأَحْسِنْ"** یعنی، جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ "اے معاویہ! جب تو بادشاہ بن جائے تو حُسنِ سلوک سے کام لینا" اُس وقت سے میں خلافت کا آرزومند ہوں۔ (اس حدیث کے تحت "حاشیہ صواعق" میں ہے : ابن راہویہ کہتے ہیں کہ معاویہ بن سفیان کی فضیلت کے متعلق رسول کریم ﷺ سے کوئی چیز صحیح ثابت نہیں۔ سیوطی کہتے ہیں حضرت معاویہ کی فضیلت کے بارے میں صحیح ترین حدیث ابن عباس کی ہے کہ وہ رسول کریم ﷺ کے کاتب وحی تھے۔ اسے مسلم نے اپنی صحیح میں بیان کیا ہے، اس کے بعد عرباض کی حدیث ہے کہ اے اللہ اسے کتاب سکھا دے۔ اس کے بعد ابن ابی عمیرہ کی حدیث ہے کہ اے اللہ اس کو ہادی اور مہدی بنا دے۔ اسے ابن عراق نے تنزیہ الشریعۃ میں بیان کیا ہے۔ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ حضرت معاویہ کی فضیلت میں آنے والی احادیث بہت کم ثابت ہوتی ہیں اور یہ حدیث کہ جب تو بادشاہ بنے تو حسن سلوک کرنا، اسے بیہقی نے اسماعیل بن مہاجر کے طریق سے بیان کیا ہے جو ضعیف ہے اور حافظ نے فتح الباری میں کہا ہے کہ ابن ابی عاصم نے آپ کے مناقب میں ایک کتاب تصنیف کی ہے۔ اسی طرح ابوعمیر ثعلب کے غلام اور ابوبکر نقاش نے بھی کتاب لکھی ہے۔ باقی باتوں کو ہم تطہیر الجنان کے حاشیہ میں مفصل بیان کریں گے اور یہی مناسب ہے۔ (حاشیۃ الصواعق، الخاتمۃ فی بیان اعتقاد أھل السنّۃ والجماعۃ إلخ، ص ۳۱۰)۔ انتہیٰ، یہ اُن کے لئے خلافت کی بشارت ہے جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو قبول کرنے کے حکم کی مانند ہے۔ یہ بات تو امکان سے بہت دُور ہے کہ حضور ﷺ انہیں خوشخبری بھی دیں اور انہیں احسان کا حکم بھی فرمائیں، اُس کے بعد لوگوں کو انہیں قتل کرنے کا حکم بھی ارشاد فرمائیں۔ "الصّواعق" میں ہے کہ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ وہ بادشاہ بنیں گے اور آپ نے انہیں حسن سلوک کا حکم فرمایا تھا، تم حدیث شریف میں اُن کی خلافت کے صحیح ہونے کا اشارہ پاؤ گے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی دستبرداری کے بعد وہ اس کے حقدار تھے کیونکہ نبی کریم ﷺ انہیں احسان کا حکم فرمانا بادشاہ ہونے پر مرتب ہوتا

ہے جس سے اُن کی حکومت وخلافت کی حقّیت، صحتِ تصرف اور افعال کے نفاذ پر دلالت کرتی ہے (پھر حضور ﷺ فرمان کہ "یَا مُعَاوِیَۃُ اِنْ وَلِیتَ اَمْرًا فَاتَّقِ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ وَ اَعْدِلْ ("مسند ابی یعلی"، حدیث معاویۃ بن أبی سفیان رضی اللہ عنہما، برقم ۷۳۶۷ : ۲۷/۷، ص ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، و المسند للإمام أحمد، ۴/۱۰۱)، یعنی، "اے معاویہ! جب تم امرِ خلافت کے والی ہو جاؤ تو اللہ عزّ وجلّ سے ڈرنا اور عدل سے کام لینا" بھی بادشاہ ہونے پر مرتّب ہوتا ہے، جس سے اُن کی حکومت وخلافت کے حق ہونے اور صحتِ تصرف اور اعمال کے نفاذ پر دلالت کرتا ہے۔ اور اس حدیث شریف کے رجال صحیح کے رجال ہیں سوائے عمرو بن یحییٰ کے دادا یعنی سعید بن عمرو بن سعید بن العاص کے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے سماع ان کا ظاہر نہیں ہے، اسی طرح تعلیق مسند امام احمد (۲۸/۱۳۰) میں ہے) کیونکہ خود بخود غلبہ حاصل کرنے والا فاسق اور عذاب پانے والا ہوتا ہے وہ خوشخبری کا استحقاق نہیں رکھتا کہ اُسے اُن سے حُسنِ سلوک کا حکم دیا جا سکتا جن پر وہ غلبہ پائے بلکہ وہ تو اپنے قبیح افعال اور بُرے احوال کی وجہ سے زجر وتوبیخ اور انتباہ کا مستحق ہوتا ہے۔ (الصّواعق المحرقۃ، الخاتمۃ فی بیان اعتقاد أھل السنّۃ والجماعۃ فی الصّحابۃ إلخ، ص ۳۱۱)

یہ حدیث (یعنی، جس میں ہے کہ "جب تم معاویہ کو برے منبر پر دیکھو تو اُسے قتل کر دو") صحیح حدیث کے مخالف ہے کہ **"إِنَّ ابْنِيْ هٰذَا سَيِّدٌ وَ لَعَلَّ اللهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ"** (صحیح البخاری، کتاب الصّلح، باب قول النّبیّ ﷺ للحسن بن علی رضی اللہ عنہما إلخ، برقم : ۲۷۰۴، ۲/۱۸۸، ۱۸۹۔ أیضاً سنن أبی داوٗد، کتاب السنّۃ، باب ما یدل علی ترک إلخ، برقم ۴۶۶۲ : ۴/۳۴، ۳۵۔ أیضاً سنن الترمذی، کتاب المناقب باب مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما، برقم ۳۷۷۳ : ۳/۴۹۸۔ أیضاً سنن النسائی، کتاب الجمعۃ باب مخاطبۃ الأیام إلخ، برقم ۱۴۰۶ : ۲/۳/۱۰۶) یعنی، "میرا یہ بیٹا سردار ہے عنقریب اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں صلح فرمائے گا"، (اور صلح کا واقعہ یوں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ خلیفہ ہوئے، چھ ماہ کے بعد آپ حضرت معاویہ کے مقابلہ میں چالیس ہزار فوج لے کر گئے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی آپ کے مقابلہ پر آئے، جب حضرت حسن نے دونوں لشکروں کو دیکھا تو سمجھ گئے کہ کوئی

ایک لشکر بھی اس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتا جب تک دوسرے کی اکثریت کو ختم نہ کردے۔ آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اطلاعاً لکھا کہ میں یہ معاملہ اس شرط پر آپ کے سپرد کرتا ہوں کہ میرے بعد خلافت تمہارے پاس ہوگی۔ آپ مدینہ، حجاز اور عراق والوں سے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کریں گے سوائے اس کے جو وہ میرے باپ کے زمانہ میں دیتے تھے اور آپ میرا قرض ادا کریں گے۔ حضرت معاویہ نے دس باتوں کے سوا آپ کے مطالبات کو منظور کرلیا۔ آپ مسلسل ان سے گفتگو کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ کے پاس سفید کاغذ بھیج دیا اور کہا آپ جو چاہیں اس پر لکھ دیں، میں اس کی پابندی کروں گا، جیسا کہ کُتُب سیرت میں لکھا ہے۔

''صحیح بخاری'' میں حضرت حسن بصری سے روایت ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ پہاڑوں جیسے لشکروں کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلے پر نکلے تو حضرت عمرو بن العاص نے حضرت معاویہ سے کہا میں ایسے لشکروں کو دیکھ رہا ہوں جو اپنے مدمقابل کو مارے بغیر واپس نہ جائیں گے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا خدا کی قسم عمرو بہترین آدمی ہے، اگر یہ لوگ ان کو اور وہ ان کو ماردیں گے تو مسلمانوں کے اُمور، ان کی عورتوں اور ان کی جاگیروں کے معاملات کو نپٹانے میں میرا امدادگار کون ہوگا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے قریش میں سے بنو عبد شمس کے دو آدمی عبدالرحمن بن سمرۃ اور عبدالرحمن بن عامر کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا اور کہا کہ ان کے پاس جا کر عرض کرو اور ان سے پوچھو کہ وہ کیا چاہتے ہیں، ان دونوں نے آپ کے پاس آکر پوچھا کہ آپ کا مطالبہ کیا ہے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم بنو عبدالمطلب ہیں اور ہم نے یہ مال حاصل کیا ہے اور یہ لوگ خون میں تیر کر آئے ہیں۔ انہوں نے کہا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ آپ کو یہ پیشکش کرتے ہیں اور آپ سے یہ مطالبہ کرتے ہیں، آپ نے فرمایا اس معاملہ میں میرا ضامن کون ہوگا، انہوں نے کہا ہم اس معاملہ میں آپ کے ضامن ہیں پھر آپ نے جو بات دریافت کی انہوں نے کہا ہم اس کی ضمانت دیتے ہیں تو آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کرلی۔

ان واقعات میں یوں بھی تطبیق دی جاسکتی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پہلے آپ کو پیغام بھیجا ہو پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف مذکورہ مطالبات لکھ کر بھیجے ہوں اور جب دونوں کی مصالحت ہوگئی ہو تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا ہو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم، یہ وہ تحریر ہے جس کے مطابق حسن بن علی اور معاویہ بن ابی سفیان نے مصالحت کی ہے، یہ مصالحت اس بات پر ہوئی کہ حسن معاویہ کو مسلمانوں کی ولایت اس شرط پر دیں گے کہ وہ کتاب اللہ، سنتِ رسول اور سیرتِ خلفائے راشدین مہدیین کے مطابق عمل پیرا ہوں گے اور ان کے بعد مسلمانوں کے مشورے سے طے ہوگا اور لوگ شام، عراق، حجاز، یمن اور خدا کی زمین میں جہاں بھی ہوں گے امن میں ہوں گے اور اصحابِ علی اور آپ کے شیعہ جہاں بھی ہوں گے اپنی جانوں، مالوں، عورتوں اور اولاد کے بارے میں محفوظ ہوں گے اور معاویہ بن ابی سفیان کو خدا تعالیٰ سے یہ عہد و میثاق بھی کرنا ہوگا کہ وہ حسن بن علی اور ان کے بھائی حسین اور اہلِ بیتِ رسول (ﷺ) میں سے کسی کی بھی خفیہ اور اعلانیہ طور پر تباہی نہیں چاہیں گے اور نہ ہی ان میں سے کسی کو کسی جگہ خوفزدہ کریں گے۔ میں فلاں بن فلاں اس پر گواہی دیتا ہوں، و کفی باللہ شہیداً،

جب صلح طے پاگئی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ لوگوں کے ایک مجمع میں تقریر کریں اور انہیں بتائیں کہ میں نے معاویہ کی بیعت کر کے خلافت ان کے سپرد کردی ہے تو آپ نے اس بات کو قبول کرتے ہوئے منبر پر چڑھ کر حمد و ثناء الٰہی اور رسول کریم ﷺ درود پڑھنے کے بعد فرمایا:

لوگو! سب سے بڑی دانائی تقویٰ اور سب سے بڑی حماقت فسق و فجور ہے، پھر فرمایا آپ لوگ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو میرے نانا کے ذریعے ہدایت دی، ضلالت سے بچایا، جہالت سے نجات دی، ذِلّت کے بعد عزّت دی اور قلّت کے بعد تم کو کثرت بخشی، معاویہ نے مجھ سے حق کے متعلق جھگڑا کیا تھا اور وہ میرا حق ہے، اس کا حق نہیں اور آپ لوگوں نے اس شرط پر میری بیعت کی ہے کہ جو مجھ سے صلح کرے گا تم اس سے صلح کرو گے اور جو مجھ سے جنگ کرے گا تم اس سے جنگ کرو گے، میں نے اصلاحِ اُمت اور فتنہ کو فرو کرنے کی خاطر معاویہ سے مصالحت کو پسند کیا ہے اور میں اس جنگ کو بھی ختم کرنے کا اعلان کرتا ہوں جو میرے اور ان کے درمیان برپا ہے اور میں نے ان کی بیعت بھی کرلی ہے اور میں خونریزی کی نسبت خون کی حفاظت کو بہتر خیال کرتا ہوں، اگرچہ میں جانتا ہوں کہ شاید یہ صلح تمہارے لئے فتنہ اور ایک وقت تک فائدے کا موجب بن جائے مگر میں نے صرف آپ کی اصلاح اور بقاء چاہی ہے اور جس بات سے اس صلح پر

آپ کا شرح صدر ہوا وہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے حق میں حضور علیہ السلام کے ایک قولی معجزے کا ظہور ہے جس میں آپ نے فرمایا ''میرا یہ بیٹا سردار بیٹا ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں عنقریب صلح کروائے گا''۔ اسے بخاری نے روایت کیا ہے اور الدولابی نے بیان کیا ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگرچہ تمام عرب میرے ہاتھ میں تھے میں جس سے صلح کرتا وہ صلح کرتے اور جس سے جنگ کرتا وہ جنگ کرتے مگر میں نے خلافت کو خدا کی رضامندی اور مسلمانوں کے خون کی حفاظت کی خاطر چھوڑ دیا۔ آپ ربیع الاول ۴۱ھ میں خلافت سے دستبردار ہوئے، آپ کے ساتھی آپ سے کہتے اے مومنین کی عار! آپ فرماتے عار نار سے بہتر ہے، ایک آدمی نے آپ سے کہا اے مومنین کو ذلیل کرنے والے تجھ پر سلام، آپ نے فرمایا میں مؤمنین کو ذلیل کرنے والا نہیں لیکن میں نے بادشاہی کی خاطر تم سے لڑنا پسند نہیں کیا، پھر آپ کوفہ سے مدینہ تشریف لے گئے اور وہیں اقامت اختیار کرلی۔ (الصواعق المحرقہ، الباب العاشر فی خلافۃ الحسن اِلخ، الفصل الاول فی خلافتہ، ص۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳)) انتہیٰ، **ثابت اور طے شدہ بات ہے کہ مراد امام حسن رضی اللہ عنہ کا گروہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا گروہ ہے اور یہ صلح آپ کے دعویٰ خلافت کے زمانے میں ہوئی، لوگوں کو اگر اُن کے قتل کا حکم دیا گیا ہوتا تو اُن سے صلح کیسے ہوتی۔ اچھی طرح سوچ۔**

اُس کا قول کہ بغاوت اِلخ

أقول (میں کہتا ہوں کہ) : یہ بغاوت اجتہاد اور تاویل کی بنیاد پر ہوئی تھی جسے کسی نے بھی غلط نہیں کہا ہے، وہ بھی اُس زمانے میں ہوئی پھر ختم ہوگئی جیسا کہ اس کا ذِکر متعدّد بار گزرا ہے۔

''**الصّواعق**'' میں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جماعت اگرچہ باغی تھی مگر وہ ایسی بغاوت تھی کہ جس میں کوئی بھی فسق نہیں ہے کیونکہ وہ تاویل کی بنیاد پر صادر ہوئی جس کے سبب اصحاب معذور تھے۔ انتہیٰ (الصّواعق المحرقۃ، الخاتمۃ فی بیان اعتقاد أھل السّنّۃ والجماعۃ اِلخ، ص۳۱۱)

یہ کہنا کہ معاویہ بن ابی سفیان (رضی اللہ عنہما) کے فضائل میں کوئی بھی حدیث

ثابت نہیں ہے۔ (صراط مستقیم) (سفر السعادۃ، خاتمۃ الکتاب، ص۲۸۱)

أقول (میں کہتا ہوں) : ''**صراط مستقیم**'' میں مجد (مجد سے مراد علامہ فقیہ شیخ مجد الدین محمد ابن یعقوب فیروز آبادی شیرازی صاحبِ قاموس (ت ۸۲٦ھ) ہیں) کا یہ طریقہ کار رہا ہے کہ کہتا ہے کہ ثابت شُدہ نہیں ہے حالانکہ محقّقین نے اُس کے ثبوت کی تصریح کی ہے یہ اُن پر مخفی نہیں ہے جنہوں نے اس کی شرح ''**سلوک طریق الإفادہ فی شرح سفر السّعادہ**'' للشیخ عبد الحق (محدّث) دہلوی کا مطالعہ کیا ہے، اس لئے یہ قول بھی اُن کے اِس طریقے پر صادر ہوا ہے جب کہ اُن کے حق میں احادیث ثابت ہیں، اُن میں سے ایک وہ ہے جسے امام ترمذی نے اپنی ''صحیح'' میں لائے ہیں جو ''صحاح ستہ'' میں شمار کی جاتی ہے اور اُسے ''حَسَن'' قرار دیا ہے، حضرت عبد الرحمن بن عمیرہ صحابی سے اور وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے حضرت معاویہ سے فرمایا، **اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًا** (سُنَن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب معاویۃ بن أبی سفیان، برقم: ۳۸۴۲، ۴/۵۲٦) یعنی، ''اے اللہ! اسے ہدایت والا اور ہدایت کرنے والا بنا'' (نبی کریم ﷺ اس دعا کے بارے میں علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں : ''**فتامل ھذا الدعاء من الصادق المصدوق و ان ادعیتہ لامتہ لاسیما اصحابہ مقبولۃ غیر مردودۃ تعلم ان اللہ سبحانہ استجاب لرسول اللہ ﷺ ھذا الدّعاء لمعاویۃ فجعلہ ھادیاً للناس مھدیا فی نفسہ و من جمع اللہ لہ بین ھاتین المرتبتین کیف یتخیل فیہ ما تقولہ علیہ المبطلون و وصمہ بہ المعاندون معاذ اللہ لا یدعوا رسول اللہ ﷺ ھذا الدعاء الجامع لمعالی الدنیا و الاٰخرۃ المانع لکل نقص نسبتہ الیہ الطائفۃ المعارقۃ الفاجرۃ، الا لمن علم ﷺ انہ اھل لذلک حقیق بما ھنالک فان قلت ھذان اللفظان اعنی ھادیاً مھدیاً مترادفان او متلازمان فلم جمع النبی ﷺ بینھما؟ قلت : لیس بینھما ترادف و لا تلازم، لأن الإنسان قد یکون مھتدیاً فی نفسہ و لا یھتدی غیرہ بہ، و ھذا طریق من آثر من العارفین السیاحۃ و الخلوۃ، و قد یھدی غیرہ و لا یکون مھتدیا و ھی طریقۃ کثیر من القصاص الذین اصلحوا ما بینھم و بین الناس و افسدوا ما بینھم و بین اللہ، و قد شاھدت من ھؤلاء جماعۃ لم یبال اللہ بھم فی ای واد ھلکوا، و قد قال ﷺ :**

ان اللہ یؤید ھذا الّذین بالرجل الفاجر۔ فلاجل ھذا طلب ﷺ لمعاویۃ حیازۃ ھاتین المرتبتین الجلیلتین حتی یکون مھدیا فی نفسہ ھادیا للنّاس ’’یعنی، صادق ومصدوق ﷺ اِس دعا پرغور کرواور (اس پربھی غور کرو کہ) آپ ﷺ وہ دعائیں جوآپ نے اپنی اُمت بالخصوص اپنے اصحاب کے لئے خدا کے حضور مانگیں مقبول ہوئیں، ان میں سے کوئی بھی ردّ نہیں کی گئی توتمہیں معلوم ہوجائے گا کہ یہ دعا جوحضور ﷺ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے کی، یہ بھی مقبول ہوئی اور اللہ جل جلالہ نے آپ ﷺ کو لوگوں کو ہدایت دینے والااور ہدایت یافتہ بنادیا اور (غورکروکہ) جس شخص میں اللہ ربّ العزت نے یہ دونوں صفتیں جمع فرمادی ہوں اوراس کی بابت معاذ اللہ وہ باتیں کیوں کرخیال کی جاسکتی ہیں جو باطل پرست معاند بکتے ہیں (ظاہر ہے) اللہ کے پیارے رسول ﷺ ایسی جامع دعا جودنیا وآخرت کے مراتب کوشامل ہواور ہرنقص سے پاک کرنے والی ہواسی کے لئے ہی کریں گے جسے آپ نے اس کا اہل سمجھا ہوگا۔ اگرتم یہ کہو کہ ’’ھادیا‘‘ (ہدایت دینے والا) اور ’’مھدیا‘‘ (ہدایت یافتہ) مترادف ومتلازم ہیں، پھر نبی کریم ﷺ نے یہ دونوں الفاظ کیوں فرمائے؟ تومیں کہوں گا کہ ان دونوں لفظوں میں ترادف ہے نہ تلازم، کیوں کہ انسان کبھی خود ہدایت یافتہ ہوتا ہے مگردوسروں کواس سے ہدایت نہیں ملتی جیسا کہ ان عارفین کا حال ہے جنہوں نے سیاحت اورخلوت اختیار کرلی ہے۔ اورکبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دوسرے تواس سے ہدایت پاتے ہیں مگرخود ہدایت یافتہ نہیں ہوتا اور یہ روش اکثر قصّاص (قصے کہانیاں سنانے والے مقررین، خطبا) کی ہے کہ جنہوں نے بندوں کے معاملات تو درست رکھے مگر خدا کے ساتھ معاملہ بگاڑدیا، میں (ابن حجرمکی) نے ایسے بہت سے لوگ دیکھے ہیں، ایسے لوگ جس جنگل میں چاہیں ہلاک ہوجائیں اللہ عزوجل کوان کی کوئی پروانہیں۔ اور رحمتِ عالم ﷺ کا فرمان بھی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کبھی اس دین کی مدد بدکار آدمی سے بھی کرادیتا ہے۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے ان دونوں مراتب جلیلہ کی طلب فرمائی تاکہ آپ خود ہدایت یافتہ ہونے کے ساتھ لوگوں کوبھی ہدایت دیں۔ (تطہیر الجنان واللسان عن الخطور والتفوہ بثلب سیدنا معاویۃ بن ابی سفیان، مع الصواعق المحرقہ، الفصل الثانی فی فضائلہ ومناقبہ وخصوصیاتہ وعلومہ واجتہادہ، ص۳۸۸) اسے **’’مشکوٰۃ شریف‘‘** (مشکاۃ المصابیح، کتاب المناقب، باب جامع المناقب، الفصل الثانی، برقم ۴۵۴ :، وقال رواہ الترمذی فی ’’سننہ‘‘، برقم ۳۸۴۲ :) اس حدیث شریف کے تحت امام شرف

الدین حسین بن عبداللہ طیبی متوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں :اس میں کوئی شک نہیں کہ بلاشبہ (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں) نبی کریم ﷺ یہ دعا قبول ہوچکی، پس جس کا حال یہ ہو (کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی دی دُعا کی برکت سے اُسے ہدایت دینے والااور ہدایت پر قائم رہنے والا بنادیا ہو) تواس کے متعلق کیسے شک کیا جاسکتا ہے (شرح الطیبی، باب جامع المناقب، الفصل الثانی، برقم ۶۲۴۴ :، ۱۱/ ۳۵۴) اوراسی طرح علامہ ملاّ علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ ’’مرقات‘‘ (باب جامع المناقب، الفصل الثانی، برقم ۶۲۴۴ :، ۱۱/ ۳۸۰) میں لکھا ہے) **میں نقل کیا ہے۔ ’’الصّواعق‘‘ میں ہے کہ امام احمد اپنی ’’مسند‘‘** (المسند للإمام أحمد، ۴/ ۱۲۷) **میں عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ فرماتے تھے کہ اَللّٰھُمَّ عَلِّمْ مَعَاوِیَۃَ الْکِتَابَ وَ الْحِسَابَ وَقِهِ الْعَذَابَ** (فضائل الصحابۃ لأحمد، فضائل معاویۃ بن أبی سفیان رضی اللہ عنہما، برقم ۱۷۴۸ :، ۲/ ۹۱۳) **’’اے اللہ! معاویہ کو کتاب اورحساب سکھا اوراسے عذاب سے بچا‘‘۔ امام ابن ابی شیبہ نے ’’مصنَّف‘‘** (المصنّف لابن أبی شیبۃ، کتاب الأمراء، ما ذکر من حدیث الأمراء والدّخول علیہم، برقم ۳۱۳۵۸ :، ۱۶/ ۱۳۶۔ ۱۳۷ (برقم ۳۰۷۱۵ :، ۱۱/ ۱۴۸)) **میں اورامام طبرانی نے ’’الکبیر‘‘** (المعجم الکبیر، برقم ۸۵۰ :، ۱۹/ ۳۶۱۔ ۳۶۲) اورامام ذہبی نے اپنی ’’تاریخ‘‘ (حرف المیم، معاویۃ بن أبی سفیان رضی اللہ عنہما، ۴/ ۳۰۹) میں اسے نقل کیا اورلکھا کہ اس حدیث کے روات ثقات ہیں، لیکن عبدالرحمن کی صحبت میں اختلاف ہے اوراظہر یہی ہے کہ وہ صحابی ہیں) **میں عبدالملک بن عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت معاویہ نے فرمایا میں اُس وقت سے خلافت کا آرزومند تھا جب سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ’’یَا مُعَاوِیَۃُ! إِنْ مَلَکْتَ فَأَحْسِنْ‘‘ یعنی، ’’اے معاویہ! جب تم بادشاہ بنوتوحسنِ سلوک سے کام لینا‘‘۔ انتہیٰ**

’’لمعات‘‘ میں ہے کہ ’’جب تم مالک بنوتو سماحت اختیار کرنا‘‘۔ انتہیٰ (’’یَا مُعَاوِیَۃُ! إِذَا مَلَکْتَ فَاسْجَحْ‘‘ (أشعۃ اللمعات، کتاب المناقب، باب جامع المناقب، الفصل الثانی، ۴/ ۷۲۷))

اس سے یہ بھی ہے کہ ’’اُن کا کاتب وحی ہونا ہے‘‘ میں کہتا ہوں کہ ’’مرقات‘‘

میں مذکور ہے کہ وہ (یعنی، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ) اُن میں سے ایک تھے جو رسول اللہ ﷺ کے لئے لکھتے تھے، (''أشعۃ اللمعات'' میں ہے کہ ''جامع الأصول'' میں فرمایا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا نبی کریم ﷺ کے لئے لکھنا ثابت ہے اور کتابت وحی ثابت نہیں ہے (کتاب المناقب، باب جامع المناقب، الفصل الثانی، ۴/ ۷۲۷) ''صحیح مسلم'' میں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بعد آپ کے والد حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی : ومعاویۃ تجعلہٗ کاتباً بین یدیک قال : ''نعم'' (کتاب فضائل الصّحابۃ، باب فضائل أبی سفیان رضی اللہ عنہ، برقم ۶۴۰۹ : / ۱۶۸ ـ (۲۵۰۱) ، ص ۱۲۱۳) یعنی، معاویہ کو اپنا کاتب بنا لیجئے، آپ نے اس عرض کو قبول فرمایا۔ اسی طرح ''صحیح ابن حبان'' (برقم ۷۲۰۹ :) میں بھی ہے اور حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ''إنّ معاویۃ کان یکتُبُ بَیْنَ یَدَیِ النَّبیِّ ﷺ (المعجم الکبیر للطبرانی، ۱۳ / ۵۵۴) اور حافظ ہیثمی نے اس حدیث کی سند کو ''حسن'' بتایا ہے۔ (مجمع الزوائد، برقم ۱۵۹۲۴ :)) اور کہا گیا ہے کہ انہوں نے آپ کے لئے وحی میں سے کچھ بھی نہیں لکھا۔ انتہٰی، اس سے ظاہر ہوا کہ اُن کے کاتب نہ ہونے والا قول مرجوح ہے (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کتّاب صحابہ کرام کے ساتھ کتابت وحی کا فریضہ بھی سرانجام دیتے تھے اس کے بارے میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں : وکانَ یَکْتُبُ الوَحْیَ (دلائل النبوۃ للبیہقی، باب ما جاء فی دعاۃ ﷺ من أکل بشمالہ إلخ، ۶ / ۲۴۳ ۔ أیضاً المسند للإمام أحمد، ۱ / ۲۳۵ و ۲۴۰ و ۳۳۸) یعنی، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وحی لکھا کرتے تھے۔ اور امام ذہبی نے اپنی تاریخ میں اسے نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ قد صحّ عن ابن عباس (تاریخ الإسلام، حرف المیم، معاویۃ بن أبی سفیان، ۴/ ۳۰۹) ، یعنی، صحت کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے) جیسا کہ اس پر تمریض کا صیغہ () دلالت کرتا ہے۔ (مرقات، کتاب المناقب، باب جامع المناقب، الفصل الثانی، برقم ۶۲۴۴ : ، ۱۱/ ۳۸۰)

اُن کا کہنا کہ (حدیث شریف) ''میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے''،

أقول (میں کہتا ہوں کہ) : ''الصواعق'' میں ہے کہ بزار اور طبرانی نے ''الاوسط'' میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے اور طبرانی، حاکم اور عقیلی نے ''الضُّعفاء''

میں اور ابن عدی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اور ترمذی اور حاکم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''**أَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَ عَلِیٌّ بَابُهَا**'' (المستدرک للحاکم، کتاب معرفة الصحابة رضی الله عنهم، فضائل علی بن أبی طالب رضی الله عنه، أنا مدینة العلم إلخ، برقم : ۴۶۹۵ عن ابن عباس رضی الله عنهما۔ أیضاً المعجم الکبیر للطّبرانی، ۱۱/ ۵۵، برقم : ۱۱۰۶۱) ''میں علم کا گھر ہوں علی اُس کا دروازہ ہے''۔ ایک روایت میں ہے کہ ''جو علم حاصل کرنا چاہے وہ دروازے کے پاس آئے''، انتہٰی۔ ترمذی کی ایک دوسری روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے **أَنَا دَارُ الْحِکْمَةِ وَ عَلِیٌّ بَابُهَا** (سُنَن الترمذی، کتاب المناقب، باب بعد باب مناقب علی رضی الله عنه، برقم : ۳۷۲۳، ۶/ ۴۷۲، و قال العسقلانی : و إسناده مضطرب (هدایة الرواة، کتاب المناقب، باب مناقب علی رضی الله عنه، برقم : ۶۰۴۲، ۵/ ۴۲۶ـ ۴۲۷) ''میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے''۔ انتہٰی، (الصّواعق المحرقۃ، الباب التاسع، الفصل الثّانی فی فضائلہ، ص ۱۷۳) ''**لمعات**'' (لمعات التنقیح، کتاب المناقب، باب مناقب علی بن أبی طالب رضی اللہ عنہ، الفصل الثانی، ۲/ ق ۳۵۰ / أ) میں ہے کہ اسے امام ترمذی نے ''حَسَن'' قرار دیا ہے، حاکم نے کہا کہ اسناد کے لحاظ سے ''صحیح'' ہے اس کے باوجود جو حدیث پر جھوٹے (امام حاکم نے اس روایت کے بارے میں لکھا کہ ھذا حدیث صحیح الأسناد ولم یخرجاہ و امام ذہبی نے ''التلخیص'' میں لکھا کہ بل موضوع وقال الحاکم : وأبو الصّلت ثقۃ مأمون، قال الذھبی لا واللہ، لا ثقۃ ولا مأمون، وھو قول ابن الملقن، (کتاب تلخیص المستدرک علی ھامش المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابۃ، باب ذکر إسلام أمیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ، برقم ۴۶۹۵ : ، ۳/ ۳۳۹) وفی ''المرقاۃ'' قال یحیی بن معین : لا أصل لہ وکذا قال أبو حاتم ویحیی بن سعید، وقال الدارقطنی : ثابت، ورواہ الترمذی فی المناقب من ''جامعہ''، وقال : منکر، وکذا قال البخاری : إنہ لیس لہ وجہ صحیح، وأوردہ ابن الجوزی فی ''الموضوعات'' وقال ابن دقیق العید : ھذا الحدیث لم یثبتوہ، وقیل : إنہ باطل، لکن قال الحافظ أبو سعید العلائی : الصواب أنہ حسن فاعتبر طرفہ لا صحیح ولا ضعیف فضلاً عن أن یکون موضوعاً ذکر الزّرکشی (مرقاۃ المفاتیح، کتاب المناقب، باب مناقب علی بن أبی طالب رضی اللہ عنہ، برقم :

۲۰۹۶، (۱۰)، ۱۱/ ۲۵۳) ہونے کا فیصلہ کرے وہ خطا کرتا ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی سے اس کے بارے میں پوچھا گیا تو کہا یہ حدیث ''حَسَن'' ہے، (مرقاۃ المفاتیح، کتاب المناقب، باب مناقب علی بن اَبی طالب رضی اللہ عنہ، برقم ۶۰۹۶ : (۱۰)، ۱۱/ ۲۵۳) ضمہ (یعنی پیش) کے ساتھ پڑھنے کا شاذ مؤقّف بھی نقل کیا گیا ہے، اس کا جواب دیا کہ ''وعلیّ بابُہَا'' ''علی اس کا دروازہ'' کا معنی ہے کہ یہ ''العلوّ'' سے فعیل ہے، صراط علی مستقیم کی حد کی بنیاد پر ''علی'' کی رفع اور تنوین سے جیسا کہ یعقوب نے اسے پڑھا ہے، (مرقاۃ المفاتیح، کتاب المناقب، باب مناقب علی بن اَبی طالب رضی اللہ عنہ، برقم ۶۰۹۶ : (۱۰)، ۱۱/ ۲۵۳) انتہیٰ، ''الطیبی'' نے فرمایا شاید شیعہ لوگوں نے اس سے دلیل لی ہے کہ علم وحکمت آپ کے ساتھ مختص ہے اور آپ کے غیر کی طرف تجاوز نہیں کرتی سوائے آپ رضی اللہ عنہ کے واسطے کے کیونکہ گھر میں دروازے سے ہی داخل ہوا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: {وَ اْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ أَبْوَابِہَا} (البقرہ ۲ : /۱۸۹، ترجمہ : ''اور گھروں میں دروازوں سے آؤ'') اور اُن کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ جنت کا گھر حکمت کے گھر سے زیادہ وسیع نہیں ہے، جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ انتہی، (شرح الطیّبی علی مشکاۃ المصابیح، کتاب المناقب، باب مناقب علی بن اَبی طالب رضی اللہ عنہ، الفصل الثانی، برقم ۶۰۹۶ : (۷)، ۱۱/ ۲۷۲۔ اَیضاً مرقاۃ المفاتیح، کتاب المناقب، باب مناقب علی بن اَبی طالب رضی اللہ عنہ، الفصل الثانی، برقم ۶۰۹۶ :۔ (۱۰)، ۱۱/ ۲۵۳) ''لمعات'' (لمعات التنقیح، کتاب المناقب، باب مناقب علی بن اَبی طالب رضی اللہ عنہ، ۲/ ق ۳۵۱/ اَ) میں ہے کہ یہ (فرمان) اس دروازے تک محدود ہونے کا تقاضا نہیں کرتا اور یہ دروازہ خاص ہے، علم کے ساتھ مخصوص ہے، اور یہ بھی آیا ہے کہ ''أَقْضَاکُمْ عَلِیٌّ'' (مرقاۃ المفاتیح، کتاب المناقب، باب مناقب علی بن اَبی طالب رضی اللہ عنہ، الفصل الثّانی، برقم ۶۰۹۶ :۔ (۱۰)، ۱۱/ ۲۵۳۔ اَیضاً مقاصد الحسنۃ، حرف الھمزۃ، برقم ۱۴۲ :، ص ۹۵، ۹۶، و قال : قلت ومثل ھذہ الصیغۃ حکمہا الرفع علی الصحیح) ''یعنی تم میں زیادہ فیصلہ کرنے کی صلاحیت علی کو حاصل ہے''، ہر قسم کی بھلائیاں، میراث، انوار اور اسرار جو نبوت کے سورج سے

روشن و ظاہر ہوئے اُن کے متعدّد مظاہر ہیں کہ نہ شمار کیا جا سکتا ہے اور نہ گنا جا سکتا ہے، انتہیٰ۔ (لمعات التّنقیح، کتاب المناقب، باب مناقب علی رضی اللہ عنہ، الفصل الثانی، ۲/ ق ۳۵۱/ اَ) اور جس روایت میں یہ زیادہ کہ ''أَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَ أَبُوْ بَکْرٍ بَابُہَا وَ أَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَ عُمَرُ بَابُہَا وَ أَنَا مَدِیْنَۃُ الْحَیَاءِ وَ عُثْمَانُ بَابُہَا'' ''یعنی، میں علم کا شہر ہوں اور ابو بکر اُس کا دروازہ ہے، میں علم کا شہر ہوں اور عمر اُس کا دروازہ ہے، میں حیاء کا شہر ہوں اور عثمان اُس کا دروازہ ہے'' پس ظاہر اس (روایت) کا عدم ثبوت ہے اور یہی وجہ ہے کہ یہ روایت کُتُبِ معتبرہ میں نہیں پائی جاتی، ہاں ''مرقات'' (مرقاۃ المفاتیح، کتاب المناقب، باب مناقب علی بن اَبی طالب رضی اللہ عنہ، الفصل الثانی، برقم ۶۰۹۶ :۔ (۱۰)، ۱۱/ ۲۵۳) ''لمعات'' (لمعات التّنقیح، کتاب المناقب، باب مناقب علی رضی اللہ عنہ، الفصل الثانی، ۲/ ق ۳۵۱/ اَ) میں ہے کہ ''مسند الفردوس'' (فردوس الاَخبار، باب الاَلف، ذکر اَخبار جاءت عن النبی ﷺ مناقبہ، برقم ۱۰۸ :، ۱/ ۴۲) میں مذکور ہے کہ أَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَ أَبُوْ بَکْرٍ أَسَاسُہَا، و عُمَرُ حِیْطَانُہَا، وَ عُثْمَانُ سَقْفُہَا و عَلِیٌّ بَابُہَا، یعنی ''میں علم کا شہر ہوں، ابو بکر اُس کی بنیاد، عمر اُس کی دیواریں، عثمان اُس کی چھت اور علی اُس کا دروازہ ہے''۔ انتہیٰ

''حدیقۃ الحقائق'' شیخ ثنائی میں ہے ؎

خال ما درد بہر دینار لازم مر نور چشم زہرا را
ہر کہ حال زین شمار بودہ مر او را با علی چہ کار بود

أقول (میں کہتا ہوں کہ) یہ اُن اشعار میں سے ہے جو شیعہ نے کہے ہیں اور انہیں ''حدیقہ'' کے ساتھ لاحق کر دیا ہے حالانکہ ثنائی اس سے بری ہیں جیسا کہ محققین نے اس کی تحقیق کی ہے، ''سفینۃ الاولیاء'' میں ہے کہ جیسا کہ حکیم ثنائی میں کچھ اشعار نامعقول ملائے گئے ہیں جن کو سُننے کے بعد اِس فقیر کے دل میں انکار پیدا ہوا، ایک روز جب غزنی میں داخل ہوا تو میں نے تہیہ کیا وہاں کے جملہ اکابر کی زیارت کا شرف حاصل کروں گا سوائے حکیم ثنائی کے، رات کو خواب میں دیکھا کہ غزنی کے مشائخ کی

زیارت کر رہا ہوں تو ایک شخص کہہ رہا ہے کہ یہ حکیم ثنائی کی قبر ہے، جب وہاں پہنچا تو دیکھا کہ قبر سفید پتھر کی بنی ہوئی ہے اور اُس پر لکھا ہوا ہے کہ یہ قبر حکیم ثنائی کی ہے اور اس میں شک ہے کہ سال بھی تحریر تھا یا نہیں، جب یہ مشاہدہ ہوا تو سمجھ گیا کہ یہ اشارہ ہے کہ حکیم ثنائی کی قبر کی بھی زیارت کریں جب صبح اُن کی زیارت کی تھی جو خواب میں دیکھی تھی جس کے بعد انہیں یقین ہو گیا یہ اشعار بدعتیوں کے ملائے ہوئے ہیں۔ انتہیٰ

یہ کہنا کہ عبد الرحمن بن ملجم نے حضرت معاویہ سے قبل ایک عورت سے عشق کیا الخ

أقول (میں کہتا ہوں کہ) یہ بات معتبر روایات کے خلاف ہے اس سے ظاہر ہے کہ یہ محض ایک قول ہے ''اکمال صالح الابی'' میں ہے کہ ابن ملجم کے قتل کی بات اس طرح ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب نہروان کے خارجیوں کی بیخ کنی کرنا چاہی۔ . . تو اُن کے گروہ میں سے ابن ملجم مرادی، برک صرمی، ابوبکر بن عمر تیمی تھے تینوں مکہ مکرمہ میں اکٹھے ہوئے۔ ابن ملجم نے کہا کہ ''میں علی کے لئے کافی ہوں''، برک نے کہا ''میں معاویہ کے لئے کافی ہوں''، بکر بن عمر تیمی نے کہا ''میں عمرو بن عاص کے لئے کافی ہوں'' اس کے بعد بیت اللہ شریف کے پاس تینوں نے آپس میں عہد کیا، اور پختہ وعدہ کیا کہ کوئی شخص اپنے مطلوب کو قتل کئے بغیر نہ لوٹے گا یا خود مر جائے گا، اور انہوں نے طے کیا کہ وہ انہیں فجر کی نماز میں قتل کریں گے اپنی تلواروں کو زہر آلودہ کیا، رجب کے آخر میں اُن میں سے ہر ایک اس شہر کی طرف روانہ ہوا جہاں اُس کا ہدف تھا، ابن ملجم کوفہ پہنچا جہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے اور وہاں خارجی بھی تھے، اُس نے انہیں بتایا کہ وہ کس مقصد سے آیا ہے، انہوں نے اُسے اپنے پاس رکھا اور اس قتل کے لئے پیش بندی کی، اُس کے ساتھ شبیبہ بن غرہ اور دردان بن مجاہد تھے، جب رات ہوئی تو ابن ملجم نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ وہ تلواریں لے کر بابُ السّدہ کے سامنے بیٹھ جائیں جہاں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نکلا کرتے تھے، حضرت علی رضی

اللہ عنہ ہر صبح اذان کے وقت نکلتے تھے لوگوں کو نماز صبح کے لئے جگاتے، آپ لوگوں کو نماز، نماز، نماز پکارتے نکلے تو شبیبہ نے آپ پر حملہ کر دیا اور اُس کی تلوار دروازے کی چوکھٹ کو لگی، ابن ملجم نے آپ کے کندھے پر وار کیا اور دردان بھاگ گیا۔ انتہیٰ (شیخ الاسلام ابن حجر اس کو یوں بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت معاویہ اور حضرت علی کے درمیان نزاع طول پکڑ گیا تو تین خارجی عبد الرحمن بن ملجم المرادی، برک اور عَمرو تیمی نے مکہ میں اکٹھے ہو کر معاہدہ کیا کہ وہ حضرت علی، حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن العاص کو قتل کر کے لوگوں کو ان سے نجات دلائیں گے، ابن ملجم نے حضرت علی، برک نے حضرت معاویہ اور عمرو نے حضرت عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہم) کو قتل کرنے کی ٹھانی اور یہ طے پایا کہ ان کا قتل گیارہ یا سترہ رمضان کی رات کو ہو۔ پھر ان میں سے ہر ایک اپنے شکار کے ٹھکانے کی طرف چل پڑا، ابن ملجم کوفہ آیا اور اپنے خارجی ساتھیوں سے ملا اور انہیں اپنے ارادے سے بالکل مطلع نہ کیا۔ شبیب بن عجرۃ الاشجعی وغیرہ نے اس سے موافقت کی۔

۱۷ رمضان ۴۰ھ کو جمعہ کی رات تھی حضرت علی رضی اللہ عنہ سحری کے وقت بیدار ہوئے اور اپنے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا میں نے آج شب رسول کریم ﷺ دیکھا اور عرض کیا کہ آپ کی اُمّت نے میرے ساتھ کوئی بھلائی نہیں کی تو آپ نے مجھے فرمایا کہ ان کے لئے بددعا کرو تو میں نے دعا کی اے اللہ! مجھے ان کے بدلے میں وہ آدمی دے جو میرے لئے بہتر ہو اور انہیں میرے بدلے میں وہ آدمی دے جو ان کے لئے بُرا ہو، پھر آپ کی طرف بطخیں چلّاتی ہوئی آئیں تو لوگوں نے انہیں دھتکار دیا، آپ نے فرمایا انہیں چھوڑ دو یہ نوحہ کرنے والی ہیں۔ اسی اثناء میں مؤذِّن نے آ کر کہا کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے تو آپ دروازے سے آواز دیتے ہوئے نکلے کہ اے لوگو! نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ شبیب نے آپ پر تلوار کا وار کیا جو دروازے پر لگا پھر ابن ملجم نے اپنی تلوار سے وار کیا جو آپ کی پیشانی پر لگا اور کھوپڑی سے ہوتے ہوئے دماغ تک پہنچ گیا اور ابن ملجم بھاگ گیا۔ الخ (الصّواعق المحرقۃ، الباب التّاسع، الفصل الخامس فی وفاتہ رضی اللہ عنہ، ص ۱۸۸، ۱۸۹) اور ابن ملجم بھی پکڑا گیا اور آگ میں جلایا گیا)

ہاں اُس کا ایک عورت کے ساتھ عشق ثابت ہے جس نے اُسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قتل کا کہا ''مستدرک'' (المستدرک للحاکم، کتاب معرفۃ الصحابۃ رضی اللہ عنہ، برقم :

۴۷۴۸، ۳/ ۳۵۴)) میں سدی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ابن ملجم کا ایک خارجی عورت کے ساتھ عشق تھا جسے قطام کہتے تھے اُس سے نکاح کیا تین ہزار درہم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قتل اُس کا مہر مقرر کیا، اس بارے میں فرزدق نے کہا ہے کہ

فلم أَرَ مهراً سَاقه ذُو سَمَاحَةٍ
كَمَهرِ قطَامٍ مِن فَصِيحٍ و أَعْجَمِ
ثَلاثَةُ آلافٍ و عبدٌ وفتيةٌ
وَ ضَربَ عَليٍّ بِالحُسَام المُصَمَّمِ
فَلا مَهْرَ أَغْلٰى مِن عَليٍّ وَ إِن غَلا
وَ لا فَتْکَ إِلا فَتک ابن مُلجَمِ

(''مستدرک'' میں اشعار اس طرح ہیں فَلَمْ أَرَ مَهْرًا اسَاقَهُ ذُو سَمَاحَةٍ كَمَهْرِ قَطَامٍ بَيْنَ غَيرِ معجَمِ ثَلَاثَةُ الآفٍ وَ عبدٌ وَ قَينةٌ و ضربُ عليٍّ بالحُسام المصمّم فلا مَهرَ أغلى من عليٍّ و إن غلا و لا فَتْکَ إلّا دونَ فَتکِ ابنِ مُلجِمِ (المستدرک، كتاب معرفة الصحابة رضى الله عنهم، برقم :۴۷۴۸، ۳/۳۵۴))

یعنی، پس نہیں دیکھا کوئی مہر (درہم) جو دیا کسی دینے والے نے مثل مہر قطام کے عرب وعجم میں تین ہزار اور غلام اور باندی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو زہر آلودہ تلوار سے قتل کرنا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کوئی مہر نہیں ہے، اور نہیں ہے غفلت میں وار کرنا مگر وار ابن ملجم کا۔

اِسی طرح ''الصّواعق'' (الصّواعق المحرقۃ، الباب التاسع، الفصل الخامس فی وفاتہ رضی اللہ عنہ، ص ۱۹۰، ۱۹۱) میں ہے۔

''طبرانی'' (المعجم الکبیر للطّبرانی، ۱/ ۹۸) میں ہے کہ کوفہ میں ایک خوبصورت عورت رہتی تھی جس سے خوبصورت کوئی نہیں تھی اُس کا نام ''قطام'' تھا اور وہ خوارج کی اولاد

میں سے تھی، جنگِ نہروان کے روز اُس کے باپ اور بھائی قتل ہوئے تھے اور عبد الرحمن (ابن ملجم) اُس سے محبت کرتا تھا اُس نے اُسے نکاح کا پیغام دیا تو اُس نے کہا کہ میرا مہر گراں ہے، اُس نے پوچھا وہ کیا ہے؟ اُس نے کہا تین ہزار درہم، ایک غلام، ایک باندی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خون، جس پر اُس نے کہا میں یہ کام کروں گا مصر سے اسی لئے آیا ہوں، اُس عورت نے سمجھا کہ یہ مذاق کر رہا ہے پس جب اُسے معلوم ہوا کہ اُس نے سچ پورا کر دکھایا ہے، اُس نے سب پورا کر دیا تو اس نے شادی کرنے کے لئے اُس کا پیچھا کیا، اس پر ابو عباس مرادی (مجمع الزوائد، کتاب المناقب، باب بعد باب فی وفاتہ رضی اللہ عنہ، برقم ۱۴۷۹۱ :، ۹/ ۱۴۰ میں قال ابن عباس المرادی جب کہ امام طبرانی کی ''المعجم الکبیر''، ۱/ ۱۰۳ میں ہے وقال ابن ابی عیاش المرادی) نے کہا

فلم أرَ مَهر اًسَاقَةُ ذُو سَمَاحَةٍ إلى آخر الأبيات، انتهىٰ
یعنی، میں نے نہیں دیکھا کوئی مہر جو دیا کسی دینے والے نے۔
الخ

اس سے ظاہر ہوا کہ یہ کہنا کہ یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے تھا بلا ثبوت افتراء ہے جیسا کہ مخفی نہیں ہے، یہ آخری بات ہے جو ہم نے مطاعن اور عیوب کے ردّ کے سلسلے میں تحریر کی ہے، **بعون اللہ الملہم الواھب**

خاتمہ

موقع کی مناسبت سے چند باتیں

جاننا چاہئے کہ معترض اگر اپنے آپ کو اہلسنّت و جماعت سے خارج سمجھتا ہے تو اس سے ہماری کوئی بات نہیں ہے اس لئے کہ تحقیق اس کے کانوں پر دستک نہیں دے گی (یعنی اُس تحقیق کو وہ قبول نہیں کرے گا) لہٰذا سوال و جواب میں وقت ضائع کرنا بیکار ہے اور اگر اہلسنّت و جماعت سے ہے تو پھر ثابت ہو چکا ہے کہ اہلسنّت کا طریقہ

گزشتہ زمانے میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مابین کو کچھ ہوا، اُس سے زبان کو بند
رکھنے کے ساتھ اُن کی تعریف اور تزکیہ ہے، "**الصَّواعق**" (الصواعق المحرقۃ، الخاتمۃ : فی
بیان اعتقاد أھل السنّۃ والجماعۃ فی الصحابۃ ،الخ، ص۲۹۶) میں ہے کہ جاننا چاہئے کہ جس پر اہلسنّت
وجماعت کا اجماع ہے وہ یہ ہے کہ ہر ایک پر واجب ہے کہ وہ صحابہ کرام کا تزکیہ بیان
کریں اُن کیلئے عدالت ثابت کریں، اُن پر طعن سے اپنی زبانوں کو بند رکھیں، اُن کی
تعریف کریں، پس اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآن) کی آیات میں اُن کی تعریف
فرمائی ہے۔ انتہیٰ

قطب الاقطاب حضرت مُجدّد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے "مکتوبات" کی
دوسری جلد کے مکتوب ۶۷ میں فرمایا ہے جو اہلسنّت وجماعت کے عقیدے کے بیان
میں ہے کہ حضرت پیغمبر ﷺ نے فرمایا "میرے اصحاب میں جو اختلاف ہو اُس سے
اپنے آپ کو بچاؤ، اُن میں سے کسی ایک کے بارے میں بھی بُری بات نہیں کرنا چاہئے،
حضور علیہ التحیۃ والثناء کے تمام صحابہ کو بزرگ و برتر سمجھنا چاہئے، سب کو اچھے الفاظ سے
یاد کرنا چاہئے، ان بزرگوں میں سے کسی ایک کے بارے میں نہ بری بات کرنی چاہئے
اور نہ بُرا گمان رکھنا چاہئے، اُن کے مابین نزاع کو دیگر مصلحتوں سے بہتر جاننا چاہئے،
فلاح ونجات کا یہی راستہ ہے کیونکہ صحابہ کرام سے دوستی پیغمبر ﷺ کے ساتھ دوستی کے
ذریعے ہے، اُن سے بُغض پیغمبر علیہم الصلوات والتسلیمات کے ساتھ بغض سے نکلتا
ہے، (یعنی، جس نے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے بُغض رکھا گویا اُس نے نبی کریم ﷺ سے بُغض رکھا)
کسی بزرگ نے فرمایا جس نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی عزت نہ کی جس نے گویا کہ
ایمان ہی نہ لایا، انتہیٰ، (مکتوبات امام ربّانی، جلد دوم، دفتر دوم، حصہ ہفتم، مکتوب ۶۷، ص۴۹)
"**غنیۃ الطالبین**" میں ہے اہلسنّت وجماعت کا اس پر اجماع ہے کہ ان کے مابین
اختلافات سے دور رہنا اُن کی برائی سے اپنی زبانیں بند رکھنا، اُن کے فضائل، ان کی
نیکیوں کو ظاہر کرنا چاہئے، باقی اُن کے مابین جو تھا وہ اللہ تعالیٰ کے حوالے کرنا چاہئے۔

انتہیٰ، (غنیۃ الطالبین، القسم الثانی :العقائد والفرق الاسلامیۃ، فصل فی فضل الأمۃ المحمدیۃ ،الخ،
۱/۱۴۴) شیخ (محقق) عبد الحق محدّث دہلوی نے "**لمعات**" میں لکھا ہے کہ اہلسنّت و
جماعت اس پر متفق ہیں کہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ تمام صحابہ کی پاکیزگی اور ان کی
عدالت بیان کریں، اُن کو بُرا بھلا کہنے، ان کو الزام دینے سے دُور رہنا چاہئے اور اُن
کی تعریف کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول نے اُن کی عدالت اور تزکیہ اور
تعریف فرمائی ہے، انتہیٰ، "**تکمیل الایمان**" میں ہے کہ اہلسنّت وجماعت کا طریقہ
یہ ہے کہ وہ صحابہ کرام کا تذکرہ بجز خیر کے یاد نہ کیا جائے اور لعن، سبّ وشتم اور اعتراض و
انکار نہ کیا جائے اور اُن کی شان میں بے ادبی کی راہ اختیار نہ کی جائے۔ انتہیٰ (تکمیل
الایمان، نکفّ عن ذکر الصّحابۃ إلاّ بخیر، ص۱۶۹)

اسی میں ہے کہ علماء مجتہدین اور سلف صالحین میں سے کسی کا بھی اُن پر لعنت کرنا
منقول نہیں ہے، اصل میں اہلسنّت کی عادت ہی یہ ہے کہ سبّ وشتم اور لعن طعن کو ترک
کرتے ہیں کیونکہ **الْمُؤمِنُ لَیسَ بِلَعَّانٍ** مسلمان کی شان ہی نہیں کہ وہ کسی پر لعنت
کرے، انتہیٰ (تکمیل الایمان، بیان نہایت کار معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ، ص۱۷۱)

"**الطریقۃ المحمدیۃ**" میں ہے کہ خیر کے علاوہ اُن کا ذکر نہیں کرنا چاہئے،
(الطریقۃ المحمدیۃ، الباب الثانی فی الأمور المھمۃ فی الشریعۃ المحمدیۃ، الفصل الأول فی تصحیح الاعتقاد ،الخ،
ص۴۲) "شرح العقائد" میں ہے کہ خیر کے علاوہ کسی طریقہ پر تمام صحابہ کرام کے ذکر
سے کفِّ لسان کیا جائے، چاہئے کہ اُن کا ذکر خیر کے ساتھ کیا جائے۔ احادیث صحیحہ کی
وجہ سے جو اُن کے مناقب میں ہے اور اُن پر طعن کرنے سے اور اُن کی تحقیر کرنے سے
زبان کو روکنے کے بارے میں وارد ہیں، حضور ﷺ کا فرمان ہے "میرے صحابہ کو بُرا نہ
کہو" اور آپ ﷺ کا فرمان کہ "میرے صحابہ کی تعظیم کرو اس لئے کہ وہ تم سب سے بہتر
ہیں" اور آپ ﷺ کا فرمان کہ "میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو میرے بعد تم
انہیں نشانہ نہ بنانا" الخ (شرح العقائد، یکف عن ذکر الصحابۃ، ص۳۳۷، ۳۳۸) اور "شرح

عقائد'' میں ہے کہ بہر حال سلف مجتہدین اور علماء صالحین سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور اُن کے گروہ پر لعنت کرنے کا جواز منقول نہیں ہے کیونکہ اُن پر زیادہ سے زیادہ الزام امام کے خلاف بغاوت اور خُروج کا ہے اور یہ چیزیں لعن کو واجب نہیں کرتیں۔انتہٰی ، (شرح العقائد، یکف عن ذکر الصحابۃ اِلا بخیر، ص۳۳۸، ۳۳۹) ''**حل الفقه الأكبر**'' میں ہے ہم کسی بھی صحابی کا ذکر خیر کے سوا نہیں کرتے کیونکہ آثار اور روایات جب اُن کی فضیلت اور شان میں تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں، اس لئے اُن کو الزام سے دور رکھنا واجب ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ فرمان ہے کہ ''میرے صحابہ کو بُرا نہ کہو'' انتہی ، ''**عقیدۃ ابی جعفر طحاوی**'' (العقیدۃ الطحاویۃ، ص۸۲) میں ہے کہ جس نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ، ازواج اور اولاد کے لئے اچھی بات کی وہ نفاق سے دُور رہا۔ (اس کے تحت علامہ محمد بن محمد بن محمود بابرتی حنفی متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں : کیونکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی اللہ تعالیٰ نے بہت جگہوں پر تعریف فرمائی ہے اُن سے ایک یہ ہے کہ {وَالسَّابِقُوْنَ الاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ} (التوبه :۹/۱۰۰) ترجمہ : ''اور سب میں اگلے پہلے مہاجر اور انصار''۔اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :{يَوْمَ لَا يُخْزِى اللّٰهُ النَّبِىَّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ} (التحريم :۶۶/۸) ترجمہ : ''جس دن اللہ رسوا نہ کرے گا نبی اور ان کے ساتھ ایمان والوں کو'' اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :{اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا} (الفتح :۴۸/۲۹)، ترجمہ : ''کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل تو انہیں دیکھے گا رکوع کرتے سجدہ میں گرتے اللہ کا فضل و رضا چاہتے''۔پس ان کی تعظیم واجب ہوئی، اس لئے جس نے ان کے لئے اچھی بات کہی وہ نفاق سے بری ہوا، اسی طرح ازواج النبی ﷺ، وہ مؤمنون کی مائیں ہیں اور اُن کے ساتھ خاتم النبیین ﷺ صحبت کی برکت ہے۔ اور اسی طرح حضور ﷺ ذرّیت اور عترۃ طاہرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ اُن سے ہر ناپا کی دُور کر دے اور انہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے، پس اُن کی محبت ایمان کی اور اُن سے بیزاری نفاق کی علامت ہے، اُن کے بارے میں بُری بات بد باطنی اور بد اعتقادی کی بناء پر ہے (شرح العقیدۃ الطحاویۃ، العشرۃ المبشر ون بالجنّۃ، ص۱۳۱)) صحابہ، تابعین میں علماء سلف اور اُن کے بعد اہلِ خبر و اثر،

اہلِ فقہ و نظر نہیں، انہوں نے انہیں اچھے الفاظ کے سوا کبھی بھی یاد نہیں کیا ہے جنہوں نے انہیں بُرائی سے یاد کیا ہے وہ غلط راستے پر ہیں۔ (علامہ بابرتی اس کے تحت لکھتے ہیں کہ کیونکہ ان کی تعظیم دین کی تعظیم سے ہے کیونکہ یہ انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں، شریعت مطہرہ کو نقل کرنے والے ہیں پس ان کی اتباع اور ان کی تعریف اور ان کے بارے میں طعن سے زبان کو روکنا واجب ہے، پس جس نے ان کا برائی کے ساتھ ذکر کیا اور ان کے بارے میں طعن کیا تو اُس نے دین میں طعن کیا اور مرسلین کے راستے عُدول کیا اور یہ نفاق و اختلاف کی علامت ہے (شرح العقیدۃ الطحاویۃ، کلمہ حق فی علماء السلف، ص۱۳۲) اور امام طحاوی نے لکھا ہے کہ جنہوں نے اسے برائی سے یاد کیا وہ غیر سبیل یعنی غلط راہ پر ہیں اس کے تحت فقیہ عبد الغنی میدانی حنفی متوفی ۱۲۹۸ھ لکھتے ہیں جو مومنوں کی راہ کے غیر پر ہے پس وہ ہمیشہ دورخ میں رہنے والوں میں سے ہے (شرح العقیدۃ الطحاویۃ، المسمّاۃ ''بیان السُّنّۃ والجماعۃ'' للمیدانی، ص۱۲۹)) انتہٰی ، ''**عقائد سنیه**'' میں ہے اُن میں سے کسی ایک پر کوئی بھی الزام ہونا جائز نہیں ہے ہمیں اُن کے بارے میں خیر کے سوا کوئی بھی بات نہیں کرنی چاہئے اور اُن کے اختلافی معاملات سے خاموشی اختیار کرنی چاہئے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''اپنے آپ کو میرے صحابہ کے اختلافی معاملات سے بچاؤ''، (عقائد السّنّیۃ، الفصل الثالث فی الصحابۃ المبشر ۃ اِلخ، ص۱۷، مطبع فاروقی للعلامۃ محمد بن عثمان بن عیسیٰ الصدیقی الحنفی) انتہٰی ۔ ''**جواهر الفتاوى**'' (جواہر الفتاویٰ، ......) میں ہے کہ کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کا خیر کے سوا ذکر نہ کرے، انتہٰی ۔ ابو اللیث کی ''**بستان الفقه**'' میں ہے عقلمند کو چاہئے کہ صحابہ کے بارے میں اچھی بات کرے، اُن میں سے کسی کی بھی برائی نہ کرے۔ انتہٰی ، ''**الصواعق**'' (الصّواعق المحرقۃ، الخاتمۃ فی بیان اعتقاد اِلخ، ص۲۹۹) میں ہے ، اسی طرح ''لمعات'' میں ہے کہ امام العصر ابوزُرعہ نے کِبار شُیوخ سے نقل کرتے ہوئے فرمایا، جاننا چاہئے کہ اگر کوئی شخص کسی کو دیکھے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کو سبّ وشتم کر رہا ہے تو وہ جان لے کہ وہ ''زندیق'' ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ حق ہیں، قرآن کریم حق ہے، جو اُس کے ساتھ آیا وہ حق ہے اس میں سے جو ہمارے پاس پہنچا ہے وہ تمام صحابہ سے

پہنچا ہے اس لئے جس نے ان کو مجروح قرار دیا اُس نے گویا کتاب وسنت کو باطل قرار دے دیا اور وہ خود تنقید، جرح، زندیقی، گمراہی، جھوٹ اور فساد کے حکم کا زیادہ لائق ہے۔ انتہیٰ

یہ عبارات اہلسنّت وجماعت کی جانب سے صریح نص ہیں جو تنقید سے زبان بند رکھنے کو واجب کرتی ہیں، اس لئے جو سنّی ہے اُسے طعن سے باز آجانا چاہئے ورنہ اُس کے لئے اہلسنّت وجماعت سے نکل جانے کی بُرائی کافی ہے اور اگر اپنے نفس کا دشمن اِس کے باوجود خود کو اہلسنّت سے شمار کرتا ہے، اپنے آپ کو مجتہد گُمان کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ وہ ایسی باتیں ظاہر کررہا ہے جو مجتہدین اسلاف سے پوشیدہ رہ گئیں اور صحابہ کرام کی عدالت پر تنقید کا ارادہ کرتا ہے تو یہ محض ظن وگُمان ہے اور گمان حق کے معاملات سے بے نیاز نہیں کرسکتا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی عدالت یقینی طور پر ثابت ہے جو قادحین کی قدح کو قبول نہیں کرتی۔ ''مواهب'' (المواہب اللدنیۃ، المقصد السّابع، الفصل الثالث فی ذکر محبۃ أصحابہ... إلخ، فی محبۃ الصحابۃ، ۲/ ۵۳۹) میں ہے صحابہ کے فضائل میں بے شمار احادیث وارد ہوئی ہیں، اللہ تعالیٰ کا اُن کی تعریف فرمانا اور اُس کی رضامندی اُن کے لئے کافی ہے۔ اس کے علاوہ صحابہ کرام کی تین قسمیں ہیں، پہلے مہاجر، دوسرے انصار، تیسرے وہ جو فتح مکہ کے بعد اسلام لائے، انتہیٰ (المواہب اللدنیۃ، المقصد السّابع، الفصل الثالث فی ذکر محبۃ أصحابہ... إلخ، فی محبۃ الصحابۃ، ۲/ ۵۴۳)، اور اس طرح ''اکمال'' میں ہے کہ صحابہ کرام ظاہر کتاب وسنت اور اُن کے اجماع سے کہ جن کے اجماع پر اعتماد کیا جاتا ہے کے مطابق سب کے سب عادل تھے۔ انتہی، ''انموذج اللبیب'' للسیوطی میں ہے کہ تمام صحابہ عادل ہیں اس لئے اُن میں سے کسی ایک کی بھی عدالت کے بارے میں بحث نہ کی جائے گی جیسا کہ دیگر رُوات کے بارے میں کی جاتی ہے جیسا کہ ''شرح جمع الجوامع'' میں ہے، محمد قرطبی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں تمام صحابہ کے لئے جنت اور اپنی رضامندی کو واجب کیا ہے، انتہیٰ۔ اسی

میں ہے کہ ابن حزم نے کہا کہ تمام صحابہ قطعی طور پر جنت میں ہیں، اسی میں کہ اُن میں کوئی بھی آگ میں داخل نہ ہوگا۔ ''بحر السعادت'' میں ہے کہ تمام صحابہ اللہ تعالیٰ کے دوست ہے، انتہیٰ۔ شیخ علی قاری کی ''مرقات'' (مرقاۃ المفاتیح، کتاب المناقب، باب مناقب الصحابۃ، ۱۱/ ۱۵۱) میں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فضل اور عدل والوں میں سے ہیں اور شان والے صحابہ میں سے ہیں، البتہ اُن کے مابین جو جنگیں ہوئیں اُن میں ہر ایک گروہ کے پاس کچھ شبہات تھے جن کے سبب سے وہ اپنے آپ کو درست اعتقاد کر رہے تھے، ہر ایک اُن جنگوں کے لئے تاویل رکھتا ہے اس لئے اس سے اُن میں سے کوئی بھی عدالت سے خارج نہ ہوگا کیونکہ وہ مجتہد ہیں جنہوں نے مسائل میں آپس میں اختلاف کیا جیسا کہ اُن کے بعد والے مجتہدین نے مسائل میں آپس میں اختلاف کیا، جن مختلف مسائل میں آپس میں اختلاف کیا اس کی وجہ سے اُن میں سے کسی ایک میں بھی نقص لازم نہیں آتا، انتہیٰ۔ ''تنبیہ المغترین'' میں شیخ عارف عبد الرحمن شعرانی نے فرمایا حضرت فضیل بن عیاض، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر رحم کھاتے تھے، فرماتے تھے کہ وہ اکابر علماء میں سے تھے، انتہیٰ۔ (تنبیہ المغترین، الباب الأول: من أخلاق السلف الصالح، ومن أخلاقھم وغیرتھم للہ تعالیٰ إذا... حرماتہ إلخ، ص ۳۸) ''حضرات القدس'' میں مذکور ہے کہ ایک سید سے منقول ہے کہ مجھے حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کے ساتھ جنگ کرنے والوں سے خاص طور پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے سخت نفرت تھی، ایک رات حضرت کی کتاب ''قدسی آیات'' (مکتوبات امام ربانی) کا مطالعہ کررہا تھا اُس میں لکھا دیکھا کہ امام مالک نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو گالیاں دینے کو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو گالیاں دینے کے برابر قرار دیا ہے، اس عبارت پر میں برہم ہوا اور ''مکتوبات'' کو زمین پر پھینک دیا اور سو گیا، دیکھتا ہوں حضرت (مجدد) صاحب سخت غصے کی حالت میں تشریف لائے ہیں، میرے دونوں کان اپنے ہاتھوں میں پکڑ کر فرما رہے ہیں کہ اے طفلِ نادان! میری تحریر پر اعتراض کرتے ہو! اور میرے کلام کو زمین

پر پھینکتے ہو، اگر تو ہماری بات پر یقین نہیں رکھتا تو چل میں تجھے حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کی بارگاہ میں لے کر چلتا ہوں، پھر آپ کشاں کشاں ایک باغ میں لے گئے، وہاں ایک بڑی عمارت تھی جس میں ایک بزرگ تشریف رکھتے تھے حضرت مجدّد نے اس بزرگ کے آگے تواضع کی تو اُس بزرگ نے خوشی کا اظہار کیا، حضرت مجدّد نے میری بات اُس بزرگ کو بتائی، اس کے بعد مجھے فرمایا یہ حضرت امیر (کرم اللہ وجہہ) تشریف فرما ہیں، سنو کہ کیا فرماتے ہیں، میں نے آپ کو سلام کیا، حضرت امیر (کرم اللہ وجہہ) نے فرمایا، خبردار ہزار بار خبردار! سید الابرار علیہ الصلوٰۃ و السلام کے اصحاب سے اپنے دل میں بُغض نہ رکھنا، ان بزرگوں کی عیب جوئی نہ کرنا، ہم جانتے ہیں اور ہمارے بھائی جانتے ہیں کہ کن اچھی نیتوں کے تحت ہمارے مابین جھگڑے ہوئے، حضرت مجدّد علیہ الرحمہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا، ان کی باتوں کا انکار نہ کرنا۔
انتہیٰ (حضرت القدس (اردو)، حضرت نہم، حضرت مجدّد علیہ الرحمہ کا حلیہ، تصرفات اور کرامات، کرامت: ۱۰، ۲/ ۱۸۵، ۱۸۶)

اے مُنصِف دیکھ! اہلسنّت کا مؤقف کیسا پاکیزہ ہے، حضرت امیر (کرم اللہ وجہہ) کے حکم کے مطابق ہے۔ ہم یہاں خاتمہ کا اختتام کرتے ہیں اس میں بینا کے لئے بڑا سبق ہے، طبیعت اور وقت بھی اتنے کا ہی تقاضا کرتا ہے۔ حال تو یہ ہے کہ اقوال لکھنے کے لئے دل آمادہ نہ تھا پر اس پر مجھے اس وعید اور تہدید نے آمادہ کیا جسے خطیب نے "جامع" (الجامع الأخلاق الراوی و آداب السامع، رقم ۱۳۹۳: ۲/ ۱۶۵) میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، "جب فتنے ظاہر ہوں اور میرے صحابہ کو گالیاں دی جائیں تب علماء کو اپنا علم ظاہر کرنا چاہئے، جو ایسا نہیں کرے گا اُن پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہو، اللہ اُس کا نہ کوئی حرف قبول فرمائے گا نہ عدل"۔ انتہی، اس لئے اہلسنّت و جماعت کے جن اقوال سے میں واقف تھا وہ میں نے ظاہر کئے، نہ کہ اپنی فضیلت کے اظہار اور براءت کے ادّعا کے لئے، اللہ تعالیٰ

اِسے سرکشی سے ہدایت کا ذریعہ بنائے، ہمیں کجی اور گمراہی سے محفوظ رکھے۔

اے رب! ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر بعد اس کے کہ تو نے ہمیں ہدایت دی اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا کر بے شک تو ہے بڑا دینے والا۔ اے اللہ! ہماری حرکات و سکنات کو اپنی رضا کے موافق بنا۔ سید الابرار ﷺ اُن کی پاک اولاد اور شان والے صحابہ کے صدقے آپ پر اور اُن (صحابہ) پر قیامت کے روز تک درود و سلام ہوں۔

(شب پیر، ۲۲ ربیع الاول ۱۴۳۴ھ، ۴ فروری ۲۰۱۳م، ترجمہ مکمل ہوا)

مآخذ و مراجع

تنبيه المغترين أواخر القرن العاشر على ما خالفوا فيه سلفهم الطّاهر للشعرانی، الإمام عبد الوهاب بن أحمد الانصاری (ت۹۷۳ھ)، دار المعرفة، بيروت، الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۵ھ۔ ۲۰۰۴م

المقاصد الحسنة فی بيان كثير من الأحاديث المشتهرة على الألسنة، للسخاوی، الإمام شمس الدين محمد بن عبد الرحمن (ت ۹۰۲ھ)، صححه عبد الله محمد صديق، مكتبة محمدية، كراتشی

الغُنية لطالبی طريق الحق، للجيلانی، الشيخ عبد القادر (ت ۵۶۱ھ)، تحقيق و تعليق الشيخ يوسف بن محمود الحاج أحمد، مكتبة العلم الحديث، دمشق، الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۱ھ۔ ۲۰۰۱م

اليمانيات المسلولة، للكورانی، الشيخ زين الدين بن يوسف، تحقيق د/المرابط محمد يسلم المجتبی، مكتبة الإمام البخاری، الطبعة الأولیٰ ۱۴۲۰ھ۔ ۲۰۰۰م

تعليق المسند الإمام أحمد بن حنبل (ت ۲۴۱ھ)، تحقيق و تعليق شعب

الأرنؤوط وغيره، مؤسسة الرسالة، بيروت، الطبعة الأولى ١٤١٩ھ۔ ١٩٩٩م

المُسند، للإمام أحمد بن حنبل (ت ٢٤١ھ)، المكتب الإسلامی، بيروت

موسوعة الأحاديث و الآثار الضعفة و الموضوعة، لعلى حسن على الحلبى وغيره، مكتبة المعارف، الرياض، الطبعة الأولى ١٤١٩ھ۔١٩٩٩م

شرح العقائد إمام غزالی، للإمام سيدى زروق (ت ٨٩٩ھ تقريباً)، النّوريّة الرضوية پبلشنگ کمبنی، لاهور، الطبعة الأولى ١٤٣٢ھ۔ ٢٠١١م

الحديقة الندية، للنابلسى، العلامة عبد الغنى الحنفى و هو من أساتذه مفتى محمد أمين الشّامى، مكتبة فاروقية، بشاور

تكميل الإيمان، للدهلوى، الشيخ المحقّق المحدّث عبد الحقّ الحنفى (١٠٥٢ھ)، الرحيم اكادمى، كراتشى

تحقيق اليمانيات المسلولة، للدكتور/ المرابط محمد يسلم المجتبى، مكتبة الإمام البخارى، الطبعة الأولى ١٤٢٠ھ۔ ٢٠٠٠م

مُسعفة الحُكّام على الأحكام، للتمرتاشى، الإمام شيخ الإسلام أبى صالح محمد بن عبد الله الغزى الحنفى (ت ١٠٠٤ھ)، تحقيق الدكتور سامر مازن القُبّج، دار الفتح، عمان، الطبعة الأولى ١٤٢٨ھ۔٢٠٠٧م

المسامرة شرح المسايرة، لأبى شريف، كمال الدين محمد بن محمد بن أبى بكر (ت ٩٠٥ھ)، النّورية الرضوية ببلشنگ کمبنی، لاهور

المسايرة فى العقائد المنجية فى الآخرة، لابن الهمام، كمال الدين محمد بن عبد الواحد الحنفى (ت ٨٦١ھ)، النّورية الرضوية ببلشنگ کمبنی، لاهور

حاشية المسايرة، للعلامة قاسم

الصّوَاعِقُ المُحْرِقه فى الرّدّ على أهل البِدَع و الزِندِقة، للهيتمى، المحدّث أحمد بن حجر المكى (ت ٩٧٤ھ/١٥٦٦م)، النّورية الرضوية ببلشنگ

کمبنی، لاهور، الطّبعة الأولى ١٤٣٣ھ۔٢٠١٢م

البحر الرّائق شرح كنز الدّقائق، لابن نجيم، زين الدّين بن إبراهيم بن محمد المصرى الحنفى (ت ٩٧٠ھ)، ضبطه الشّيخ زكريا عميرات، دار الكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولى ١٤١٨ھ۔١٩٩٧م

مجمع البحرين، للسّاعاتى، الإمام مظفر الدين أحمد بن على الحنفى (ت ٦٩٤ھ)، تحقيق إلياس قبلان، دار الكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولى ١٤٢٦ھ۔٢٠٠٥م

حاشية مجمع البحرين، للمحقّق إلياس قبلان، دار الكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولى ١٤٢٦ھ۔٢٠٠٥م

تفسير بيضاوى،

كنز الدقائق،

مكتوبات امام ربانى، للمجدّد الألف الثّانى، الشّيخ أحمد بن عبد الأحد الفاروقى السّرهندى الحنفى (ت ١٠٣٤ھ)، مكتبة أحمدية مجدّدية، كوئتة

تطهير الجنان و اللسان، للهيتمى، الإمام المحدّث أحمد بن محمد بن على بن حجر المكى الشّافعى (ت ٩٧٤ھ)، علّق عليه عبد الوهاب عبد اللطيف، مكتبة القاهرة، مصر

مِرْقَاةُ الْمَفَاتِيْح (شرح مشكاة المصابيح)، للقارى، الإمام على بن سلطان محمد الحنفى المعروف بالملّاعلى القارى (ت ١٠١٤ھ)، تحقيق الشّيخ جمال عيتانى، دار الكتب العلمية، بيروت، الطّبعة الأولى ١٤٢٢ھ - ٢٠٠١م

الدّرّ المختار شرح تَنْوِيْر الأَبْصَار، للحصكفى، العلامة محمد بن على الحنفى (ت ١٠٨٨ھ)، تحقيق عبد المُنعم خليل إبراهيم، دار الكتب

العلمية، بیروت، الطّبعة الأولی ۱۴۲۳ھ۔۲۰۰۲م

بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع۔ للکاسانی، علاؤ الدین أبی بکر بن مسعود الحنفی (ت۵۸۷ھ) تحقیق و تعلیق علی محمد معوض و عادل أحمد، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۱۸ھ۔۱۹۹۷م

صحیح البخاری، للإمام أبی عبد اللّٰہ محمد بن إسماعیل الجُعفی (ت۲۵۶ھ)، دار الکتب العلمیة، بیروت، الطّبعة الأولی ۱۴۲۰ھ۔ ۱۹۹۱م

معالم التنزیل (علی ھامش تفسیر الخازن)، للبغوی، أبی الحسین بن محمود بن الفراء (ت۵۱۶ھ)، شرکه مکتبة ومطبعة مصطفی البابی الحلبی وأولاده بمصر، الطّبعة الثّانیة ۱۳۷۵ھ۔۱۹۵۵م

مدارک التنزیل و حَقَائِق التَّأوِیل=تَفْسِیر النَّسَفی

صحیح مسلم، للإمام أبی الحسین مسلم بن الحجاج القشیری (ت۲۶۱ھ)، دار الأرقم، بیروت، الطّبعة الأولی ۱۴۲۱ھ۔۲۰۰۱م

مواهب اللدنیة، بالمِنَحِ المحمَّدیَّة، للقسطلانی، العلاّمة أحمد بن محمد (ت۹۲۳ھ)، تعلیق مأمون بن محیِّ الدین الجنّان، دار الکتب العلمیّة بیروت، الطّبعة الأولی ۱۴۱۶ھ۔۱۹۹۶م

شرح العقائد النسفیة، للتفتازانی، العلامة سعید الدین مسعود بن عمر (ت۷۹۲ھ)، مکتبة المدینة، کراتشی، الطبعة الأولی ۱۴۳۰ھ۔۲۰۰۹م

الهدایة شرح بدایة المبتدی، للمرغینانی، الإمام أبی الحسن علی بن أبی بکر الحنفی (ت۵۹۳ھ)، مکتبة البشریٰ، کراتشی، الطبعة الجدیدة ۱۴۳۲ھ۔۲۰۱۱م

فتح القدیر، لابن الهمام، الإمام کمال الدین محمد بن عبد الواحد السیواسی الحنفی (ت۸۶۱ھ)، دار احیاء التراث العربی، بیروت

سفر السعادة، للفیروز آبادی، مجد الدین محمد ابن یعقوب الشیرازی

صاحب القاموس (ت۸۲۶ھ)، تحقیق الشیخ خلیل المیس، دار القلم، بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۰۶ھ۔۱۹۸۶م

العقیدة الطحاویة (مع شرحه للبابرتی)، للإمام أبی جعفر أحمد بن محمد الطحاوی الحنفی (ت۳۲۱ھ)،

شرح **العقیدة الطحاویة،** للغنیمی، الشیخ الإمام عبد الغنی بن طالب بن حمارة المیدانی الدمشقی (ت۱۲۹۸ھ)، تحقیق محمد مطیع الحافظ و محمد ریاض المالح، زمزم پبلشرز، کراتشی، الطبعة الأولی ۱۴۲۵ھ۔ ۲۰۰۵م

شرح العقیدة الطحاویة، للبابرتی، العلامة محمد بن محمد بن محمود الحنفی (ت۷۸۶ھ)، تعلیق عبد السلام بن عبد الهادی شنّار، دار البیروتی، الطبعة الأولی ۱۴۳۰ھ۔۲۰۰۹م

عقائد السنیة، للعلامة عثمان بن عیسیٰ الصدیقی الحنفی، مطبع فاروقی

الجامع لأخلاق الرّاوی و آداب السامع، للخطیب ...، مؤسسة الرسالة، بیروت، الطّبعة الثانیة ۱۴۱۶ھ۔۱۹۹۶م

حضرات القدس (اردو) للعلامة بدر الدین السرهندی (ولادت ۱۰۰۲ھ)، ترجمه :فقیر محمد اشرف النقشبندی المجدّدی، مکتبه نعمانیه، سیالکوٹ ۱۴۰۱ھ

لمعات التنقیح شرح مشکاة المصابیح، للدهلوی، الشیخ المحقّق عبد الحق بن سیف الدین الحنفی (ت۱۰۵۲ھ)، مخطوط مصوّر

الجامع الصّغیر من حدیثِ البَشِیْرِ النَّذِیر، للسّیوطی، جلال الدّین أبی الفضل عبد الرحمٰن بن أبی بکر الشّافعی (ت۹۱۱ھ)، تحقیق حمدی الدّمرداش، مکتبة نزار مصطفیٰ الباز، مکة المکرمة، الطّبعة الثّانیة ۱۴۲۰ھ۔۲۰۰۰م

المعجم الکبیر، للطبرانی، الإمام أبی القاسم سلیمان بن أحمد (ت۳۶۰ھ)، تحقیق حمدی عبد المجید السّلفی، دار إحیاء التُّراث